ہفت روزہ
# خدام الدین
لاہور پاکستان

بانی
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا عبید اللہ انور

## حضرت لاہوریؒ اور احترامِ اولیاءِ کرام

میری عادت ہے کہ جس شہر میں جانا ہوتا ہے وہاں اولیاء کرام کے مزارات پر فاتحہ پڑھنے ضرور جاتا ہوں۔ چنانچہ دہلی میں جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس میں شرکت کے لئے حاضر ہوتا تو وہاں سے فارغ ہو کر سارے اولیاء کرام کے مزارات مقدسہ پر فاتحہ پڑھنے جاتا۔ دلی سے حضرت قطب الدینؒ بختیار کاکی کا مزار گیارہ میل ہے میں ہمیشہ وہاں حاضری دیتا تھا۔ بمبئی میں ایک دفعہ جانا ہوا وہاں ایک دن میں ایک سو بیس میل محض اولیاء اللہ کے مزارات پر فاتحہ پڑھنے کے لئے موٹر پر پھرا ——————

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ میں تو سارے اولیاء کرام خواہ حیات ہوں یا وفات یافتہ کی خدمت میں حاضر ہونا اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔ جو بزرگ بقید حیات ہیں ان کے سامنے اپنے مرشد کی طرح دو زانو بیٹھتا ہوں، جو وفات پا چکے ہیں اُن کے مزار پر ویسے ہی بیٹھتا ہوں جیسے اب اپنے مرشد کے مزار پر۔

—— ملفوظات طیبات ص ۵۶ ——

یکم فروری ۱۹۶۵ء

مطبوعاتِ انجمن خدام الدین لاہور پاکستان

-/۲ روپے

# احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

انتظار حسین اسعد قادری

## حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کا ذکر

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح سوتے تھے، سوتے وقت کیا کیا پڑھتے تھے؟ اس باب میں چھ حدیثیں بیان فرمائی ہیں :-

ا- (ترجمہ) حضرت براء رضؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت آرام فرماتے اپنا دایاں ہاتھ بائیں رخسار کے نیچے رکھتے تھے - اور یہ دعا پڑھتے رب قنی عذابك یوم تبعث عبادك - اے اللہ! مجھے قیامت کے دن اپنے عذاب سے بچانا۔

فائدہ : حصن حصین میں ہے کہ تین مرتبہ یہ دعا پڑھتے تھے دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے بھی یہ مضمون نقل کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عام معمول جس کو متعدد حضرات نے سنا۔

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معصوم ہونے کے باوجود اس قسم کی دعاؤں کو پڑھنا یا اظہار عبدیت کے لئے ہوتا تھا کہ بندگی کا مقتضی مولےٰ سے مانگنا ہی ہے یا امت کی تعلیم کے لئے۔

اس حدیث سے حضورؐ کا دائیں کروٹ پر سونا معلوم ہوتا ہے اور یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی معمول تھا۔ اسی وجہ سے دائیں کروٹ پر سونا مستحب بھی ہے اور اس میں ایک خاص مصلحت بھی ہے وہ یہ کہ آدمی کا دل چونکہ سینہ کی بائیں طرف ہوتا ہے اس لئے دائیں کروٹ پر سونے سے وہ اوپر رہتا ہے اور استغراق کی اور گہری نیند نہیں آتی بلکہ آدمی چوکنا سوتا ہے اور اگر بائیں کروٹ پر سوتا ہے تو دل نیچے کی جانب ہوتا ہے اور اس صورت میں گہری نیند آتی ہے اس وجہ سے بعض اطباء نے بائیں جانب سونے کو اچھا بتایا ہے۔ کہ گہری نیند آنے سے ہضم بہتر ہوتا ہے اور یہ صحیح ہے لیکن اس میں ایک مضرت بھی ہے۔ جس طرف ان کا ذہن نہیں گیا وہ یہ کہ جب دل نیچے کی جانب ہوگا تو تمام بدن کا زور اس پر پڑے گا اور بدن کا مواد اس پر اثر کرے گا —— دل اعضائے رئیسہ میں اہم عضو ہے اس پر مواد کا تھوڑا سا اثر ہونا بھی بہت سے امراض کا سبب ہے اس لئے بائیں کروٹ پر سونے میں اگر طبّی مصلحت ہے تو ایک طبّی مضرت بھی ہے اور مضرت سے بچنا زیادہ اہم ہے اس لئے طبّی حیثیت سے بھی دائیں کروٹ پر سونا بہتر ہے۔ اس کے علاوہ دائیں کروٹ پر لیٹنا موت کے بعد قبر میں لیٹنے کی یاد کو تازہ کرتا ہے اور موت کو یاد کرنے کا حکم بھی ہے آدمی کو چاہیے کہ اس چیز کو کثرت سے یاد کرے۔ آدمی ایسی چیز کو کیسے بھولے جو بہرحال آنے والی ہے نہ معلوم کب آجائے۔

اللہ تعالےٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!


بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۳۰ شمارہ ۳۰

رئیس الادارہ
حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ

مجلس ادارت
مولانا محمدؐ اجمل قادری
عبدالرشید انصاری
ظہیر میر ایڈووکیٹ
انتظار حسین اسعد قادری

فی کاپی : -/۲ روپے

پاکستان میں بذریعہ —— ڈاک
سالانہ ۵۲ شمارے -/۸۰ روپے
ششماہی ۲۶ شمارے -/۴۵ روپے

۱۰ جمادی الاوّل ۱۴۰۵ھ




# نقطۂ نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## ایک جرنیل کی بطور وزیر داخلہ تقریر

موجودہ مارشل لار انتظامیہ اپنے اقتدار کے ساڑھے سات برس مکمل کر چکی ہے اور اپنے بار بار کے اعلانات کے بعد بظاہر انتخابات کی تیاریاں بھی شروع کروا چکی ہے۔ حکومت نے گذشتہ دنوں اپوزیشن راہنماؤں کو اپنی طرف سے بہت احسان کر کے اجلاس کے انعقاد کی اجازت بھی دے دی لیکن حالات ابھی تک تعطّل کا شکار ہیں۔

حکومت کا فرض ہے کہ اپنے وعدوں کے مطابق ملک میں عام انتخابات منعقد کروائے لیکن انتخابات برائے انتخابات کا کوئی فائدہ نہیں جبکہ انتخابات میں ایک مؤثر گروہ شریک نہ ہو تو یہ انتخابات بے فائدہ ہوں گے حکمرانوں کو وسعت قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور جمہوری اقدار کا لحاظ کرتے ہوئے ملک میں بالغ رائے دہی اور جماعتی بنیادوں پہ انتخابات منعقد کروانے چاہیئں تاکہ موجودہ تعطّل دور ہو سکے۔

دوسری طرف جمہوریت کے شیدائی سیاستدانوں کا بھی فرض ہے کہ ملکی سالمیت اور امن و امان کی قیمت پہ اپنی انا کی تسکین کا سامان نہ کریں،

ناشر: مولانا عبیداللہ انور • مقام: اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور • مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

تالی ہمیشہ دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ اگر سیاستدان یہ چاہتے ہیں کہ ملک میں آئین کی بالادستی اور قانون کی بالادستی اور قانون کی حکمرانی ہو تو انہیں اپنا مثبت کردار ادا کرنا چاہیئے اور یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ ملک کو یہاں تک پہنچانے کی ذمہ دار بھی یہی سیاستدان ہیں۔ یہی حضرات پاکستان قومی اتحاد میں بھی شامل تھے اور منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی باہم دست و گریبان ہو گئے۔ اگر قومی اتحاد نہ ٹوٹتا تو مارشل لاء کی عمر بھی طویل نہ ہوتی۔ یہی وہ سیاستدان ہیں جنہوں نے کراچی میں ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر اور قرآن ہاتھ میں اٹھا کر کہا تھا کہ جب تک ملک میں نظامِ مصطفیٰ نافذ نہیں ہو جاتا ہم اسی طرح متحد رہیں گے۔ لیکن جیسے ہی وزارتیں اور حکومت کے مناصب نظر آنے لگے جذبات اتحاد بھی ماند پڑنے لگے۔ اور نتیجتہً قومی اتحاد کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔

قوم اگر آج سیاستدانوں یا حکومت دونوں میں سے کسی پر اعتماد کرے تو کس بل بوتے پر، سیاستدانوں کا گذشتہ کردار روزِ روشن کی طرح عیاں ہے اور حکومت ایک دن کچھ اعلان کرتی ہے اور دوسرے دن اس سے الٹ عمل شروع ہو جاتا ہے۔ اور تیسرے دن گذشتہ اعلان کے علی الرغم بالکل ہی اور قوانین سامنے آجاتے ہیں۔

محمود ھارون صاحب کے استعفیٰ کے بعد چاہیئے تو یہ تھا کہ کسی منجھی ہوئی شخصیت کو یہ اہم وزارت سونپی جاتی جو حکمت عملی سے ملک میں امن کو برقرار رکھتی اور قوم کو جمہوریت کی منزل کے قریب کرتی لیکن ایک فوجی جرنیل کی اس منصب پر تقرری حکومت کے جمہوریت بحال کرنے کی دعوت سے میل نہیں کھاتی۔ بظاہر یوں نظر آنے لگا ہے کہ جنرل ضیاء الحق صاحب کے گرد کچھ ایسے لوگ جمع ہو چکے ہیں جو غلط مشورے اور تجاویز پیش کر کے حکمرانوں کے اقتدار کے سورج کو ہمیشہ کے لئے غروب کر دیا کرتے ہیں۔

ہم ان سطور کے ذریعے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر صاحب سے درخواست کریں گے کہ خدارا دوست اور دشمن کی پہچان کیجئے۔ کہ آپ کی چھوٹی سی غلطی کا خمیازہ پوری قوم کو بھگتنا ہوگا۔

اللہ تعالےٰ پاکستان اور پاکستانی قوم کا محافظ ہو اور ہم سب کو توفیق دے کہ یہاں پر جلد از جلد اسلام کا عادلانہ اور منصفانہ نظام نافذ کر سکیں۔

---

## ضروری اعلان

ہفت روزہ خدام الدین کا آئندہ شمارہ حضرت مولانا ہزارویؒ کے متعلق مضامین پر مشتمل ہوگا۔

حضرت مولانا

**عبیداللہ انور**

مدظلہ

کی ایک مفصل تحریر بھی شامل اشاعت ہوگی جو شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے حضرت ہزارویؒ پر مضامین بوجوہ اس میں شامل نہیں ہو سکے جس کے لئے ادارہ قارئین کرام سے معذرت خواہ ہے۔ (ناظم)

---



مجلسِ ذکر — ضبط و ترتیب : ادارہ

# سچی توبہ گناہوں کا کفارہ ہے!

## امام الہدیٰ وارث اسلاف مرشد حق حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ کے ارشادات

محترم حضرات! اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اپنے پیدا کرنے والے کے حضور سچی توبہ کرو جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو دُور فرما دے گا اور تمہیں ان باغات میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

توبہ کا لفظ قرآن کریم میں بہت جگہ استعمال ہُوا ہے اس کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا اپنی رحمت کے ساتھ بندے کی طرف متوجہ ہونا۔ اور جب اس کی نسبت بندے کی طرف ہوتی ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اپنے گناہوں پر ندامت کے احساس کے ساتھ آدمی اللہ تعالیٰ کے حضور جھک جائے اور اس مالک حقیقی سے معافی مانگے۔

اللہ تعالےٰ نے ایک دوسری جگہ اس ضمن میں دو طبقوں کا ذکر کیا جن میں سے ایک تو وہ ہے جو نادانی و ناواقفیت کے سبب گناہ کر گزرتا ہے لیکن جونہی اس کا ضمیر انگڑائی لیتا ہے اور اسے احساس ہوتا ہے تو وہ بارگاہِ قدس میں متوجہّ ہو جاتا ہے معافی مانگتا ہے، گڑگڑاتا ہے روتا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ اس قسم کے لوگوں کی توبہ یقیناً قابل قبول ہے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں ایک گروہ ان لوگوں کا ہے جو گناہ پر گناہ کرتے ہیں اور ذرہ برابر نہیں شرماتے۔ گناہ ان کا مزاج بن چکا ہے اور وہ اپنے مالک کی مسلسل نافرمانی کرتے ہیں لیکن جب موت کی گھڑی سر پر آتی ہے تو توبہ و انابت کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں ایسے لوگوں کی توبہ کی اللہ کے نزدیک کوئی قیمت نہیں ہے۔

توبہ کا معنی ہے گناہوں پر ندامت کے ساتھ ساتھ آئندہ کے لیے اس بات کا عزم کرنا کہ اپنے آپ کو اللہ کی نافرمانی سے بچاؤنگا جہاں تک انسان کا تعلق ہے اس میں نیکی و بدی کی دونوں طاقتیں موجود ہیں۔ خیر کا شر پہ غلبہ ہو جائے تو آدمی نیکی اور صلاح و تقویٰ کی راہ پر چل پڑتا ہے لیکن اگر شر کا خیر پر غلبہ ہو جائے تو معاملہ برعکس ہو جاتا ہے اس صورت میں چھٹکارے کی شکل توبہ ہے۔ جب آدمی توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ کی رحمت جوش میں آجاتی ہے اور بندے کو پاک صاف کر دیا جاتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ گناہ کے سبب انسان کے دل پر سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے جو توبہ سے دُھل جاتا ہے۔ لیکن اگر ایک کے بعد دوسرا گناہ کرتا ہے تو نکتوں میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اس سیاہی کا ازالہ اللہ کی بارگاہ میں رونے سے ہوتا ہے اور اللہ کو رونا اتنا پسند ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ جو آنکھ اللہ کے ڈر سے روتی ہے اس پر دوزخ

(باقی ۱۰ پر)

انور صابری

# بھول گئے

جس دَور پہ نازاں تھی دنیا ہم اب وہ زمانہ بھول گئے
دنیا کی کہانی یاد رہی اور اپنا فسانہ بھول گئے
وُہ ذکرِ حسین رحمت کا امیں کہتے ہیں جسے قرآنِ مبیں
دنیا کے نئے نغمے سیکھے عقبیٰ کا ترانہ بھول گئے
اغیار کا جادو چل بھی چکا ہم ایک تماشا بن بھی گئے
دنیا کو جگانا یاد رہا خود ہوش میں آنا بھول گئے
عبرت کا مرقّع یہ پستی ہے قابلِ حیرت یہ مستی
اپنا تو مٹانا یاد رہا باطل کا مٹانا بھول گئے
انجام آزادی کیا کہیئے بربادی سی بربادی ہے !
جو درس شہِ بطحاؐ نے دیا دنیا کو پڑھانا بھول گئے
تکبیر تو اب بھی ہوتی ہے مسجد کی فضا میں اے انورؔ
جس ضرب سے دِل ہِل جاتے تھے وہ ضرب لگانا بھول گئے

جو روزِ ازل پیمان کئے دنیا میں وہ پیماں بھول گئے
جو کام مسلمانوں کے تھے وہ کام مسلماں بھول گئے
دنیا کا تو گھر آباد کیا، عقبیٰ کا مگر برباد کیا
مشکل میں خدا کو یاد کیا مشکل ہوئی آساں بھول گئے
فرعون نہیں شدّاد نہیں دنیا میں قومِ عاد نہیں
کیا لوطؑ کی امّت یاد نہیں کیا نوحؑ کا طوفاں بھول گئے
منہ دیکھ لیا آئینے میں اور داغ نہ دیکھے سینے میں
جی ایسا لگا لیا جینے میں مرنے کو مسلماں بھول گئے



خطبہ جمعہ ضبط و ترتیب : ادارہ

# نبیِ رؤف و رحیم

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبَید اللہ انور مدظلہم ○

امّا بعد : اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ . . . . . وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۔ (صدق اللہ العظیم)

سورۂ توبہ کی آخری دو آئتیں (۱۲۸-۱۲۹) آپ کے سامنے تلاوت کی گئیں۔ حضرت لاہوری قدس سرہٗ کا ترجمہ نقل کرتا ہوں۔

"البتہ تحقیق تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آیا ہے اسے تمہاری تکلیف گراں معلوم ہوتی ہے ۔ تمہاری بھلائی پر وہ حریص ہے مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والا مہربان ہے ۔ پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں تو کہہ دو مجھے اللہ کافی ہے ، اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اسی پر میں بھروسہ کرتا ہوں اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔"

حضرت لاہوری قدس سرہٗ کے مختصر ترین حواشی میں جو "دریا بکوزہ" کی مثال رکھتے ہیں اور جنہیں ہر مکتب فکر کے علماء نے پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا ان میں ان آیات کے متعلق لکھا ہے :-

"اے انسانو! (خطاب عام ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر و منافقین) تم سیدالمرسلین ، خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم سے کیوں جی چراتے ہو ؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ واصحابہ وسلم کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ تم پر رحمت اور برکت نازل ہو، تمہاری تکلیف سے ان کو صدمہ ہوتا ہے ۔ وہ تو فقط تمہاری بھلائی پر حریص ہیں ۔ لہٰذا تم ان کا کہا مانوگے تو اپنا بھلا کروگے اگر اتنے صاف اعلان کے بعد بھی یہ لوگ مخالفت سے باز نہ آئیں تو انہیں کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ میرا حامی و مددگار کافی ہے ۔ میرا اسی پر بھروسہ ہے (پھر دیکھ لینا کہ کون کامیاب ہوتا ہے) اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے ۔ (ص ۳۲۹)

## سلسلۂ نبوّت

حضرات محترم ! آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کی صلاح و فلاح کی خاطر اَن گنت انبیاء علیہم السلام دنیا میں بھیجے۔ جن کا سلسلہ حضرت محمّد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم پر آکر ختم ہو گیا ۔ آپؐ کے بعد کسی نئے نبی کی آمد کی کوئی گنجائش نہیں ۔ اس قسم کا دعویٰ کرنا یا سوچنا یا ایسے مدعی سے دلیل مانگنا بھی کفر ہے۔

انبیاء علیہم السلام دنیا میں بشیر و نذیر بن کر آئے ہیں یعنی وہ اہل خیر و صلاح کو جنت و کامیابی اور اللہ تعالیٰ

کی رضا کی خوشخبری سناتے اور اہل فسق و فجور کو دوزخ اور اللہ کے غضب سے ڈراتے ہیں۔ وہ خیر و شر کی راہیں انسانوں کو بڑی وضاحت سے بتلاتے ہیں اور اس معاملہ میں کسی قسم کا جھول باقی نہیں رہنے دیتے۔ حضور نبی مکرّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم بھی اپنے بھائیوں کی طرح نذیر و بشیر بن کر دنیا میں آئے۔ آپؐ نے بھی وہی کام کئے جو آپؐ کے بھائیوں نے کئے تھے۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ آپؐ سے پہلے حضرات قوموں قبیلوں اور علاقوں کے نبی تھے۔ آپ پوری نسل انسانی کے ہادی و مرشد اور قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے رہنما ہیں۔

## قرآن اور رسالت مآبؐ

اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ کو بشیر و نذیر کے ناموں سے ذکر فرمایا وہاں رحمۃ للعالمین، مزّمل، مدثّر، رؤف، رحیم اور ان جیسے اَن گنت ناموں سے یاد فرمایا۔ قرآن میں آپ کو حق و صداقت کا نور کہا گیا۔ اس نے بتلایا کہ آپ کا ذکر پہلی کتابوں (توریت، انجیل) میں بھی تھا۔ آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے علمبردار۔ دنیا کی پاکیزہ چیزوں کی حلّت کا اعلان فرمانے والے ناپاک چیزوں کو حرام بتانے والے اور ان بوجھ اور جکڑ بندیوں سے آزادی کا مسرت زا نغمہ سنانے والے ہیں جو لوگوں نے اپنے ہاتھوں بنا لی تھیں۔ (الاعراف)

ایک جگہ قرآن حکیم میں آپؐ کے متعلق فرمایا کہ آپؐ اللہ کے قانونِ فطرت کی وضاحت و تبیین (کھول کھول کر بیان کرنا) فرمانے والے ہیں (نحل)

الغرض قرآن جا بجا آپؐ سے متعلق ذکر کرتا ہے اور لوگوں کو جا بجا آپ کی بتلائی ہوئی راہ پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتا ہے۔ اللہ نے اپنے ساتھ آپؐ کی اطاعت کا لوگوں کو حکم دیا۔ (النساء) آپؐ کے فیصلوں کو تسلیم کرنا ایمان کی خاطر ضروری قرار دیا (النساء) آپ کے ارشادات کی تعمیل ضروری بتلائی (الحشر) اور قرآن نے کہا کہ نبی کی آمد کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس کی بتلائی ہوئی راہ پر عمل پیرا ہوں۔ آپ چونکہ آخری نبی ہیں اس لیے آپ کی راہ رہتی دنیا تک کے لوگوں کے لیے بہتری اسوۂ رسول قرار پائی۔ (الاحزاب)

آپ کی دنیا میں تشریف آوری اور دنیا کے حالات آج سے ساڑھے چودہ سو بلکہ اس سے بھی کچھ سال زائد ہوتے ہیں جب آپ دنیا میں تشریف لائے۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ آپؐ کی ولادت ام القریٰ (مکہ معظمہ) میں قریش کی معزز ترین شاخ بنو ہاشم کے ایک ایسے فرد کے یہاں ہوئی جو چند ماہ پہلے اس جہان رنگ و بو سے منہ موڑ چکا تھا۔ اس وقت دنیا کے جو حالات تھے وہ کسی پڑھے لکھے پر مخفی نہیں بالخصوص آپؐ کی جنم بھومی کے حالات انتہائی پراگندہ اور پریشان کُن تھے۔ سچے اور صحیح عقائد سے آپ کی قوم محروم تھی۔ اعمالِ خیر کا تصور ہی نہ تھا۔ اخلاقی گراوٹ ان کی زندگی کا لازمہ تھا اور وہ ہر برائی کو بڑے دھڑلّے سے کرتے تھے۔ قدرت مہربان ہوئی تو اس نے اس رؤف و رحیم کو دنیا میں بھیجا۔ اور اسے وہ آئینی شریعت نصیب فرمائی جس کے سامنے کسی کا چراغ نہ جل سکا۔ لوگوں نے حق و صداقت کے اس چراغ کو بجھانا چاہا لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ (توبہ۔ فتح۔ صف)

حق کا نور پھیلتا گیا اور کوئی مخالفت اس کا راستہ نہ روک سکی۔ مختلف طریقوں سے آپؐ کو ستانے کے بعد اجتماعی طور پر آپ کو قتل کرنے کی سازش کی گئی لیکن رحم مادر میں بچہ کی نگہداشت کرنے والے خدا



نے آپ کو دشمنوں کی تدابیر سے بچا کر مدینہ طیبہ پہنچا دیا جہاں آپ کے ایک دوسرے دشمن نے مختلف ذرائع سے آپ کا کام تمام کرنا چاہا لیکن آپ اپنے فرائض میں منہمک رہے تاآنکہ آپ فلاح و کامیابی اور سعادت و مراد کی منزل پر پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سازش سے بچایا اور اپنی اَن گنت نعمتوں کی آپ پر تکمیل فرما دی۔ کامل و مکمل دین آپ کو بخش کر دنیا سے واپس بلا لیا اور آپ ہزارہا قدوسیوں کی جماعت دنیا میں چھوڑ کر رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

## سفرِ حیات

آپؐ دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن آپؐ کا پیغام سرمدی زندہ و تابندہ تھا اور ہے۔ خود آپؐ کے الفاظ میں اہل صدق و صفا کی ایک جماعت کا وجود دنیا میں ضروری قرار پایا — یہی جماعت ہر دَور میں دینی سچائیوں کی مظہر قرار پائی۔ مختلف مواقع پر بدعا و ظلمات کی آندھیاں چلیں جنہوں نے مشعلِ ہدایت کو گل کرنا چاہا۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ جس خدائے علیم و خبیر نے اپنی سطوت قاہرہ سے ابراہیم و موسیٰ اور عیسٰی و محمدّ علیہم السلام کو اپنے اپنے دَور میں زبردست دشمنوں کے مقابلہ میں فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا اسی نے اپنے آخری نبی کی امّت کے صلحاء و علماء اور اہل دانش و بینش کی امداد کی۔ یہ اربابِ صدق و صفا مادی طور پر کچھ نہ رکھنے کے باوجود زندہ و تابندہ رہے اور اہل زیغ کی دسیسہ کاریاں اسلام کا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔

## دَورِ حاضر

بدی اور شر کے اعتبار سے یہ دَور شاید سب سے زیادہ حیران کن اور پریشان کن ہے اس لئے کہ اب طاغوت پوری طرح سرکش ہو چکا ہے۔ مادیت اپنے کناروں سے اچھل اچھل کر باہر آ رہی ہے اہل اسلام نے میدان و غار میں تو کامیابی حاصل کر لی لیکن دشمن اس کے اخلاق و فکر پر حملہ آور ہے۔

ابلیس نے حسب وعدہ انسانیت پر بھرپور حملہ کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے خود مسلمان زبردست کشمکش کا شکار ہیں۔

دورِ قدیم کے فتنے اپنا وقت پورا کر چکے لیکن اب دور جدید کے فتنے منہ کھولے نورِ ایمان کو ہڑپ کرنا چاہتے ہیں۔ شرک و ظلمت کی رسیا طبیعتوں نے نئے نئے بُت تراش لیے ہیں۔ فساد فی الارض کا کاروبار زوروں پر ہے۔ بغاوت و سرکشی کے نئے نئے انداز اپنائے جا رہے ہیں اللہ کی پیدا کردہ جبین اس کے آستانے پر جھکنے کے لیے طیار نہیں سرمایہ دار کی خرمستیاں اور اجتماعی سرمایہ کاری کی بدمستیاں انسان کو کفر و ضلالت کی وادی میں غرق کرنا چاہتی ہیں لیکن اس دَور میں اللہ کے کچھ بندے اپنے نبی کی تعلیم کے مطابق حق کے لیے کوشاں ہیں۔ اخلاق نبوت کا پرتو حاصل کرنے والے بندگانِ خدا اپنے رؤف و رحیم آقا کی طرح اپنے ہی بھائی بندوں کی گمراہانہ روش پر رنج و پریشانی کا شکار ہو جاتے ہیں ان کے سینے انسانیت کا درد لیے ہوتے ہیں اور انہیں حرص ہے تو صرف اس بات کی کہ خدا کی مخلوق آپس کے جھگڑوں سے نجات پالے۔ بدعات و محدثات سے کنارہ کش ہو جائے۔ عقائد و اعمال اور اخلاق و کردار میں سچے نبی کے پیرو ہو جاؤ۔

## حضرات محترم!

بقول حضرت لاہوریؒ سچا مسلمان وہ ہے جو اپنے رب کو عبادت و بندگی سے اپنے نبی کو اطاعت و فرمانبرداری سے اور مسلمانوں کو خدمت و غمگساری سے راضی کرتا ہے۔

آج یصبح مومناً و یمسی کافراً کا دور ہے یعنی صبح مسلمان تو شام کافر، شام مسلمان تو صبح کافر۔ اس ہیجان خیز دور میں محمدؐ کریم صلوات اللہ و سلامہ علیہ کی زندگی ہی حالات کا رُخ موڑ سکتی ہے۔ آج جبکہ آپ کی ولادت باسعادت کی گھڑیاں قریب ہیں اور ہر قلب مومن ایک قسم کی خوشی و مسرت محسوس کر رہا ہے تو اصل فرض کو پہچاننے کی ضرورت ہے۔

ظلمت کدۂ دہر میں انسانیت کا بدر کامل جو افق عالم پر چمکا تو اس پر خوشی کون نہیں منائے گا لیکن خوشی اس انداز سے منائیں کہ کہ سرکارِ مدینہؐ اس سے خوش ہوں اور اگر خوشیوں کے وہ انداز ہوئے جو آپؐ کی ناراضی کا باعث ہوئے تو پھر دنیا کے ساتھ عقبیٰ بھی برباد ہو گی۔

خوشی و مسرت کا وہ انداز جو ہمارے معاشرے کا حصّہ بن چکا ہے قرآن و سنّت کے ایمانی سوتوں سے ان کا سراغ نہیں ملتا ایک دو نہیں کئی کئی نمازیں ضائع کرکے مال و دولت کو بے دریغ اور بے مقصد خرچ کر کے سرکارِ دو عالمؐ کی ولادت کی خوشی کوئی معنی نہیں رکھتی۔

گم کردہ راہ انسانیت کے ایمان و یقین کی فکر، اعمال صالحہ کا انقلاب، اخلاق و کردار کی بلندی اور ہر قسم کے باطل نظاموں کا جوا گلے سے اتار کر "محمدی زندگی" کو اپنانا ہی اصل خوشی ہے کہ اس کے بغیر کامیابی ناممکن ہے۔

اللہ تعالےٰ جو ہمارے دلوں کے مالک اور مقلب القلوب ہیں وہ ہمارے دلوں کو اس طرح بدل دیں کہ ہم اپنے سچّے نبی کا جشنِ ولادت اس طرح منا سکیں، کہ ہماری زندگیاں حضورؐ کی زندگی کا عکس بن جائیں۔ ورنہ تمامتر کھیل بوہی ہے جس کا نتیجہ خسر الدنیا والآخرہ ہو گا۔

اللّٰھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ

و آخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین!

بقیہ: **مجلسِ ذکر**

کی آگ حرام ہے۔ گناہ انسان سے ہو ہی جاتا ہے لیکن جو گناہ کرکے توبہ کر لیتے ہیں انہیں ندامت ہوتی ہے اور وہ گناہ پر اصرار نہیں کرتے انہیں اللہ کے نبیؑ نے "اچھے بندوں" سے تعبیر فرمایا۔ حتیٰ کہ ایک حدیث میں ہے کہ اگر سبھی لوگ گناہ چھوڑ دیں تو اللہ تعالیٰ ان کی جگہ ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو گناہ کریں گے اور معافی مانگیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان غفاری کا ظہور اس کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان اللہ کی شان غفاری پر غرّہ کرکے گناہوں پر جری ہو جائے۔ ایسا آدمی اللہ کی بارگاہ میں انتہائی بے شرم تصوّر کیا جاتا ہے گناہوں پر جرأت ازحد ظلم ہے ہاں ہو جائے تو جتنی جلدی ہو توبہ کرنا ضروری ہے اس لیے کہ موت کا وقت معلوم نہیں کب آ جائے۔ اور اگر خدا نخواستہ بغیر توبہ کوئی دنیا سے چلا گیا تو اس کا ازحد نقصان ہو گا۔

ہم لوگ یہاں ذکر و فکر کی خاطر اکھٹے ہوتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے گناہوں کے ازالہ کی فکر کریں اور اللہ کو راضی کریں اس کا وہ طریقہ جو قرآن و سنّت نے بتلایا ہے وہ توبہ ہے لیکن سچّی توبہ نہ کہ رسمی!

اللہ تعالیٰ ہمیں سچّی توبہ کی توفیق دے۔





# مشعل راہ

## عِلم سے خوفِ الٰہی مطلوب ہے

محمد شفیع عمر الدین۔ میرپور سندھ

حدیث۔ کَفٰی بِالْمَرْءِ عِلْمًا اَنْ یَّخْشَی اللّٰهَ وَ کَفٰی بِالْمَرْءِ جَهْلًا اَنْ یُّعْجَبَ بِنَفْسِهٖ (جامع الصغیر سیوطی ص۱۸)

ترجمہ۔ آدمی کو وہ علم کفایت کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ڈر کا باعث ہو اور آدمی کو وہ جہالت ہی کافی ہے جو اس کے نفس کو غرور میں ڈالے۔

(ف) یقیناً جس علم سے خوفِ الٰہی پیدا ہو گا وہ دین کا علم ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو دین کا علم حاصل کرکے شرعی اوامر پر عمل اور نواہی سے اجتناب کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا مقصد اوامر پر عمل کرنے اور نواہی سے بچنے کا ہے غرور اور تکبر سے بچنا چاہیے۔ غرور و تکبر کرنا جاہلوں کا شیوہ ہے۔ اہل علم کے لیے یہ بات نہایت قبیح ہے۔

**بسم اللہ پڑھ کر کھانا پینا چاہیے**

حدیث: کل طعام لا یذکر اسم اللہ تعالیٰ علیہ فانما ھو داء ولا برکۃ فیہ (ایضاً ص۱۵۶)

ترجمہ: ہر وہ طعام جسے کھاتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے، پس اس ، بیماری ہے اور نہیں ہے اس میں برکت۔

(ف) کھانے پینے کا ایک ادب یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر شروع کیا جائے، تاکہ وہ روحانی اور جسمانی بیماری اور بے برکتی کا موجب نہ بنے۔ بزرگ حضرات تو یہ ہدایت فرماتے ہیں کہ کوئی لقمہ بھی غفلت سے منہ میں نہ ڈالا جائے۔ دل کو متوجہ الی اللہ رکھ کر کھایا پیا جائے، تاکہ طاعت اور عبادتِ الٰہی کی ہمت پیدا ہو خورد و نوش سے مقصد "فرائض عبودیت" کی بجا آوری کے لیے طاقت کا حاصل کرنا ہے۔ لہو و لعب اور غفلت میں زندگی کے قیمتی لمحات برباد کرنا مطلوب نہیں۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ بزرگ حضرات فرماتے ہیں کہ طعام کھانے کے بعد چار رکعت نماز نفل پڑھیں اور تسبیح سبحان اللہ و بحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔ ایک سو بار پڑھیں یا قرآن پاک کی کچھ تلاوت کریں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جب طعام تناول فرما کر سیر ہو جاتے تو ساری رات عبادت میں گزار دیتے، اور فرماتے کہ جب جانور کو پیٹ بھر کر کھلایا جائے تو اس سے کام بھی پورا لینا چاہیے۔

**ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔**

حدیث: کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ (ایضاً)

ترجمہ: ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

(ف) ہر نشہ آور چیز سے بچنا چاہیے شراب کی حُرمت تو قرآن مجید میں بھی آئی ہے۔۔ ایک کلمہ گو کو اس کے قریب بھی نہ جانا چاہیے۔ راقم الحروف نے ایسے پرہیزگار دیکھے ہیں جو ان دواؤں کو بھی استعمال نہیں کرتے، جن میں الکوحل کا جز شامل ہو۔

**استغفار بکثرت کریں**

حدیث: لکل داءٍ دواء ودواء الذنوب الاستغفار (ایضاً ص۲۱۱)

ترجمہ: (ہر جسمانی اور روحانی) مرض کی دوا ہے۔ اور گناہوں کی دوا

استغفار کرنا ہے۔

عورتیں راستہ کے درمیان نہ چلیں

حدیث: لیس للنساء وسط الطریق (ایضاً ص۲۳۲)

ترجمہ: عورتوں کے لیے راستہ کا درمیان نہیں ہے۔

(ف) یعنی عورتوں کو جب کسی ضرورت کے لیے باہر نکلنا پڑے تو ان کو باپردہ راستے کے دائیں یا بائیں کنارے پر چلنا چاہیے۔ راستے کا بیچ میں نہ چلنا چاہیے تاکہ مردوں سے دور اور علیحدہ رہ سکیں

مرد اور عورتیں ایک دوسرے کا طریقہ اختیار نہ کریں۔

حدیث: لیس منا من تشبہ بالرجال من النساء ولا من تشبہ بالنساء من الرجال (ص۲۳۳)

ترجمہ: وہ ہم میں سے نہیں (مسلمانی طریقہ پر نہیں) جو مرد، عورتوں کے تشبہ (نمونہ) اختیار کریں، اور جو عورتیں، مردوں کا تشبہ کریں۔

(ف) لہذا مردوں کو اور عورتوں کو اپنی حدود کے اندر رہنا چاہیے لباس، طرزِ کلام، زیب وزینت وغیرہ میں ایک دوسرے کا نمونہ اختیار نہ کرنا چاہیے۔ آج کل نوجوان لڑکے عورتوں کی طرح رنگین لباس پہنتے ہیں۔ بعض لڑکیاں بال کٹواتی ہیں اور لڑکوں جیسا لباس پہنتی ہیں۔ یہ باتیں مسلمان بچوں اور بچیوں کے لیے باعثِ عار ہیں۔ ہمیں غیر مسلموں کی روش پر چل کر اپنی اسلامی تہذیب کو پسِ پشت نہ ڈالنا چاہیے۔ مردوں کے لیے پسندیدہ لباس سفید ہے۔

اہل وعیال پر تنگی کرنا

حدیث: لیس منا من وسع اللہ علیہ ثم قتر علی عیالہ (ایضا ص۲۳۴)

ترجمہ: وہ ہم میں سے نہیں۔ (یعنی ہمارے طریقہ پر نہیں) جسے اللہ تعالیٰ نے مال زیادہ دیا ہو پھر وہ اپنے اہل وعیال کے خرچ میں تنگی کرے۔

(ف) ہر شخص پر واجب ہے کہ اپنی مالی کشادگی کے مطابق اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے دولتمند ہوکر بخل کرنا برا ہے

قیامت کے دن جب اعمال کا وزن ہوگا تو اہل وعیال پر جو مال خرچ کیا ہوگا وہ اول میزان میں رکھا جائے گا۔ آدمی جو کچھ اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے اس پر اسے خیرات کرنے کا ثواب ملتا ہے

اپنی اور گھر والوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے کوئی جائز کسب اختیار کرنا چاہیے، اور خود بھی حرام کھانے سے بچیں اور ان کو بھی بچائیں۔

مسلمان بھائی کو نفع پہنچانا چاہیے

حدیث: من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ (ایضا ص۲۷۷)

ترجمہ: جس شخص کو اپنے (مسلمان) بھائی کو فائدہ پہنچانے کی طاقت ہو تو اسے چاہیے کہ اسے فائدہ پہنچائے

(فائدہ) حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ ایک شخص سے اس کی خیریت دریافت فرمائی۔ اس شخص نے عرض کی کہ حضرت میرا حال کیا پوچھتے ہیں۔ میں تو پانچسو درہم کا قرض دار ہوں۔ بیوی بچے ہیں مگر میرے پاس کچھ نہیں حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ یہ بات سن کر فوراً گھر کے اندر تشریف لے گئے اور ایک ہزار درہم لاکر اس شخص کے حوالے کیے اور فرمایا پانچسو درہم قرض خواہ کو دیدیں اور باقی پانچسو درہم اپنے بال بچوں پر صرف کریں

سبحان اللہ! ہمارے حضرات اسلاف کی بلند پایہ مثالیں ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ ان کو اپنا کر ہم دارین کی بھلائیاں حاصل کر سکتے ہیں۔

جنت میں لے جانے والے اعمال

حدیث: من اکل طیبًا وعمل فی سنۃ وامن الناس بوائقہ دخل الجنۃ (ایضاً ص۲۸۵)

ترجمہ: جو شخص حلال و پاک کھائے (پیئے) اور سنتِ نبوی پر عمل کرے اور لوگ اس کی ایذا رسانی سے



# شرعی سزاؤں کی اہمیت

مولانا محمد اشرف صدر شعبہ عربی اسلامیہ کالج پشاور

## قانون کا منشا

دنیا میں جو قانون بنائے جاتے ہیں ان کا منشاء سوسائٹی کی اعلیٰ اقدار کا تحفظ، مفادات عامہ کی حفاظت اور امن وامان کی بقاء اور ایک دوسرے کے جان ومال وآبرو کا بچاؤ ہوتا ہے۔

مغرب نے انسان کو ایک "بڑھیا حیوان" قرار دیا ہے۔ انگریزی کا مشہور قول ہے (A MAN IS A SOCIAL ANIMAL) (انسان ایک معاشرہ پسند حیوان ہے) سوسائٹی کے اس بڑھیا جانور کو سدھانے اور حدود انسانیت کا پابند بنانے کے لئے حدود وقیود کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور اس طرح قوانین وجود میں آتے ہیں یا یوں کہیئے کہ انسان معاشرہ میں رہتا ہے۔ سوسائٹی میں افراد کے روابط ایک دوسرے سے قائم ہوتے ہیں۔ اگر ان روابط کو ضوابط کا پابند نہ کیا جائے تو انسانی زندگی اور جنگل کی زندگی میں فرق نہ رہے۔ باہمی میل ملاپ حقوق وفرائض کو پیدا کرتا ہے۔ کہ باہمی مفادات جب ٹکراتے ہیں تو حقوق کی نشاندہی کرنی پڑتی ہے۔ جب حقوق پیدا ہوتے ہیں اور فرائض لازم آتے ہیں تو حقوق وفرائض، عادلانہ قوانین کی تشریح وتنقید چاہتے ہیں۔ اس لئے فرد وجماعت کے مفادات کی نگہداشت سوسائٹی کے اعلیٰ حقوق کی حفاظت اور نظم وضبط کی بقاء کے لئے قوانین بنائے جاتے ہیں۔ (SOLAN) سولن سے لے کر موجودہ دور تک کے سب مقنن اس پر متفق ہیں کہ اگر انسانی معاشرہ کو انارکی، وحشت اور بہیمیت سے بچانا ہے تو مجموعہ کے مفاد پر فرد کا وہ مفاد قربان کیا جائے گا جو "مفاد عامہ" سے ٹکراتا ہے۔ اسے نقصان پہنچاتا ہے اور ضائع کرتا ہے۔

## قانون اور مفاداتِ عامہ

وہ فرد وگروہ جو اپنے مفادات ومقاصد خاصہ کے لئے سوسائٹی کے حقوق کو ضائع وپامال کرتا ہے اور جماعت کے امن وامان کو برباد کرتا ہے اور اس کی عزت وآبرو اور جان ومال کے درپے ہوتا ہے وہ سوسائٹی کا من حیث المجموع مجرم ہے۔ معاشرہ کا فرض ہے کہ ایسے ظالم اور وحشی کو اس کے برے کام سے روکے۔ ورنہ پوری سوسائٹی نقصان اٹھائے گی اور ممکن ہے کہ اس کا قبیح فعل پوری سوسائٹی کو لے ڈوبے۔ انسانیت کو سب سے بڑا عادلانہ قانون دینے والے اور نفسیاتِ انسانی کے سب سے بڑے ماہر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کو ایک تمثیل میں پیش کیا ہے۔ اور فرمایا "اس شخص کی مثال جو اللہ کی حدود (یعنی احکام) کا قائم کرنے والا اور وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے احکام کا توڑنے والا ہے۔ اس کی مثال ایسی قوم کی ہے۔ جنہوں نے ایک (دومنزلہ) جہاز میں قرعہ اندازی سے اپنی جگہیں مقرر کی ہوں۔ بعض اوپر کی منزل اور بعض نچلی منزل میں ٹھہرے ہوں۔ وہ لوگ جو نچلی منزل میں ہیں۔ جب انہیں پانی کی ضرورت پڑتی ہے۔ پانی کے لئے اوپر کی منزل پر گزرتے ہیں۔ پس اگر یوں وہ کہیں کہ ہم اپنے حصہ جہاز میں سوراخ کر لیتے ہیں تو سب کے سب ہی ہلاک ہوجائیں گے۔ اور اگر وہ نچلے آدمیوں کا ہاتھ پکڑ کر روک دیں تو وہ بھی بچ جائیں گے اور باقی سب ہی بچ جائیں گے (ورنہ وہ سب ہلاک ہوجائیں گے) (بخاری وترمذی)

## انسدادی اقدام کی ضرورت

غرض ایسے "مجرم" فرد وگروہ سے نپٹنے کے لئے اور اس کے شر سے سوسائٹی کو بچانے اور سوسائٹی کے دیگر افراد کو ایسے افعال قبیحہ سے روکنے کے لئے ہر وہ قدم درست ومناسب ہوگا۔ جو اس فعل قبیح کی شناعت کے بقدر اس سوسائٹی کے دشمن "وحشی" کو کیفر کردار تک پہنچا سکے اور آئندہ کے لئے اسے بھی خود اس عمل سے روک دے اور سوسائٹی کے دیگر افراد

بھی اس سزا کو دیکھ کر ایسے اعمال سے بچ جائیں. گویا آج کے قانون کی اصطلاح میں DETERENT PUNISHMENT ہے۔ یعنی وہ سزا جس کا مدعا افعال قبیحہ سے مجرم اور دیگر کو روکنا ہے. سزا کا اصلاحی REFORMATIVE نظریہ جس سے "روک" سے بالکل اغماض برتا جائے اور جس کے تحت میں نری مجرم سے ہمدردی کارفرما ہو. وہ انسانی نفسیات کے "مجرمانہ" پہلوؤں پر نگاہ نہیں رکھتا۔ ایسے قوانین میں ہمیشہ ایسا رخنہ LOOPHOLE رہ جاتا ہے. جو سزا کے مقصد ہی کو فوت کر دیتا ہے. مجرم کے ساتھ "نرمی" ونا جائز ہمدردی غیر مجرموں کے ساتھ ظلم وزیادتی کے مترادف ہے. اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا.

انصر اخاك الظالم اوالمظلوم

اپنے بھائی کی مدد کرو (خواہ) وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ اور لوگوں کے سوال پر ظالم کی مدد کا یہ مطلب بتایا کہ اسے ظلم سے روک دو کہ یہی اس کی اصل مدد ہے. (الترغیب والترہیب منذری ص ۱۹۱ ج ۳ بحوالہ بخاری

## نرم قانون کا اثر

آج یورپ وامریکہ میں جہاں قوانین کی تشکیل میں یہ ہمدردانہ نظریہ کارفرما ہے. عدل وانصاف کے اصل تقاضے پامال ہو رہے ہے اور جرائم کی رفتار روزافزوں ہے. بلکہ جرم کا عمومی رجحان بڑوں کے علاوہ چھوٹوں میں بھی پیدا ہوتا چلا جا رہا ہے. قتل وڈکیتی، چوری، زنا بالجبر اور طرح طرح کے "جدید مہذب" جرائم کی رفتار بڑھتی جا رہی ہے. جس پر وہاں کی مستند جرائم تفتیشی رپورٹیں شاہد ہیں. آج یورپ وامریکہ (جن پر ہم اپنی متاع دین ودانش وقربان کر چکے ہیں) اپنے جرموں کو بند کرنے پر قادر نہ ہو سکے. یہ تو ایک نئی فرنگیانہ تکنیک استعمال کی. جیسے ان سے پہلے ہمیشہ یہود کرتے آئے. کہ ہر جرم کو "جرائم" کی فہرست سے نکالنا شروع کر دیا یا گناہ کو بھی نیکی بنا دیا۔ امریکہ اور یورپ کے قوانین کی تاریخ پر نگاہ رکھنے والے ہمارے دعویٰ کی یقیناً تائید کریں گے. کہ وہاں جب جرم پر قابو نہیں پایا جا سکتا تو اسے اولاً قانونی نرمی سے ہمکنار کر دیا جاتا ہے. اور جب اس نرمی کے نتائج بد سے بدتر برآمد ہونے لگتے ہیں تو پھر اس گناہ کو ثواب بنا دیا جاتا ہے. اور اسے قانونی تحفظ دے دیا جاتا ہے. کا[...] بھی اس سلسلہ میں پہلے چلاتا ہے پھر وہ بھی اپنے آپ [...] بے بسی پا کر ہموار ہو جاتا ہے.

## بے بسی کے شواہد

اس ضمن میں زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں. ابھی حال ہی میں برطانوی پارلیمنٹ نے تلذذ بالمثل HOMOS EXUALITY کے تحفظ کے لئے قانون بنا دیا ہے۔ حالانکہ [...] ایسا فعل ہے جس سے فطرتِ سلیمہ خود بخود ابا کرتی ہے اور عقل [و] دانش ان کے کرنے والوں پر لعنت بھیجتی ہے اور ماتم کرتی ہے مگر "جمہوری تقاضا" کے تحت دنیا کی "مہذب ترین" اور "قدیم ترین پارلیمنٹ" اس کے جواز وتحسین کا پروانہ دیتی ہے. جس کی بناء پر کلیسا میں مرد کا مرد سے ناطہ کر دیا جاتا ہے. عورت ومرد کے لئے میلانِ جنس کی بناء پر شاید کوئی گنجائش بے دین دانشمندوں کے ہاں نکل آتی. لیکن تلذذ بالمثل کے لئے برباد شدہ سدوم والوں نے بھی جواز کا ایسا ماڈرن یا جدید طرز اختیار نہیں کیا ہوگا. جس سے وحشت وبربریت اور تہذیب وترقی کے دائرے مل جاتے ہیں. یہ "انسانی قانونی اداروں" کی کرشمہ سازی ہے کہ وہ جب چاہیں اور جس بہیمیت ووحشت کو چاہیں "تہذیب وترقی کی قانونی شکل دے دیں. کہیں نسل کشی، کہیں اسقاط حمل، کہیں نلکی زادگی کو قانونی جواز سے نواز دیں. برطانیہ کی دیکھا دیکھی کینیڈا نے بھی قانونی طور پر "تلذذ بالمثل کو اپنا لیا ہے. اور ڈنمارک تو ان دوتوں سے آگے نکل گیا ہے. جس کی پارلیمنٹ میں حال ہی میں بہن اور بھائی کی شادی کا مسودہ قانون پیش ہو کر زیر بحث آیا ہے. شہوات میں ڈوبی ہوئی نسل انسانی کی مجالس قانون ساز سے اور توقع ہی کیا کی جا سکتی ہے. اس لئے وہ قانون جس میں مجرم کے ساتھ دلی ہمدردی اور قانونی رعایت برتی جائے گی وہاں نہ تو جرائم رک سکتے ہیں اور نہ صحیح عدل وانصاف ہو سکتا ہے. یہی وجہ ہے کہ اسلام نے قانون کے اجراء میں مجرمین پر نرمی کو پسند نہیں کیا اور صاف کہدیا ہے کہ "تم لوگوں کو ان دونوں (زنا کے مجرموں) پر اللہ کے احکام کے اجراء کے بارے میں ذرا رحم نہ آنا چاہیئے." (النور-۱)

## اسلامی قانون کی خصوصیت

اسلام کا "خدائی قانون" جو فرد معاشرہ دونوں کے حقوق کا



واحد عادل دنگراں ہے. گو فرد کی سود وبہبود اس کی نگاہ میں ہے. مگر وہ معاشرہ کو فرد پر قربان نہیں کرتا. اس کا نظریہ ہے کہ اگر بیک وقت ایک بھی ڈوب رہا ہو اور سو بھی ڈوب رہے ہوں، تو سو کے بچانے میں اگر ایک ڈوب جائے تو کوئی حرج نہیں وہ یہ نہیں کہتا کہ "مجرم" کو اپنے جرائم میں ایسی رعایت دے دو کہ پورے معاشرہ کو یہ کہتا ہوا لے ڈوبے. ع

ہم تو ڈوبے ہیں صنم، تم کو بھی لے ڈوبیں گے

وہی قومیں نجات وترقی پاتی ہیں جو فرد کو ملت پر قربان کر دیتی ہیں وہ قومیں کبھی نہیں پنپ سکتیں جو افراد ومخصوص طبقات کے مفادات کو قوم وملت، معاشرہ وسوسائٹی کے عمومی مفاد پر ترجیح دیتی ہیں. اس لئے اسلام نے اپنے نظریہ قانون میں اس بات کو پیش نظر رکھا ہے کہ مجرم کو ہمیشہ ایسی سزا دی جائے جس سے اس کے مادہ جرم کا استیصال ہو جائے اور یہ سزا ایسی عبرت انگیز ہو کہ دوسرے اسے دیکھ کر ہمیشہ کے لئے اس عمل سے رک جائیں اور سوسائٹی ہمیشہ کے لئے ایسے روگ اور ناسور سے پاک ہو جائے.

## قرآن کا نظریہ سزا

اسی لئے قرآن کریم نے "جرائم کی سزائیں" جزاء بما کسبا نکالاً من اللہ (مائدہ) سزا بدلے اس کے جو کمایا ان نے اور عبرت خدا کی طرف سے) کا نظریہ پیش کیا ہے. قرآن کریم کے ان الفاظ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کے نظریہ سزا میں (۱) مکافاتِ عمل (بدکرداریوں کا بدلہ) اور (۲) عبرت انگیزی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے. اس سزا میں چونکہ مجرم اور معاشرہ دونوں کی بہبود پیش نظر ہے. اس لئے اگر مجرم کا جرم آشکارا ہو گیا ہے. اور جماعت یا معاشرہ نے فرد کے اس برے فعل کو جان لیا ہے تو سزا بھی ایسی ہونی چاہیئے جو بیک وقت مجرم کو آئندہ کے لئے اس جرم سے روک دے اور معاشرہ کے لئے بھی ایسی عبرت کا سامان مہیا کرے کہ اس معاشرہ کا کوئی بدفطرت فرد بھی ایسے قبیح فعل کے اقدام کی جرأت نہ کر سکے. اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے. کہ جب مجرم کو قرار واقعی سزا دی جائے اور مجمع کے لئے اسے درس عبرت بنا دیا جائے. تاکہ وہ بزبان حال پکارتا پھرے.

ع دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

عبرت پذیری کے لئے ضروری ہے کہ چوری چھپی سزا نہ ہو کہ اس سے عبرت پذیری کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا اور عدل وانصاف اور اصلاحِ معاشرہ کا حق ادا نہ ہو سکے گا. اس لئے ایک اور مقام پر زنا کی سزا کے متعلق صاف الفاظ میں حکم دیا گیا ہے. کہ

ولیشہد عذابھما طائفۃ من المومنین (النور ۱۰) اور دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہیئے) اسلامی نظریہ کی ان خصوصیات کو ذہن میں رکھتے ہوئے اب اسلام کی سزاؤں پر نظر کیجئے۔

## چور کی سزا

اسلام نے چور کی سزا ہاتھ کاٹنا مقرر کی ہے. جسے وحشیانہ سزا کہا جاتا ہے. کہ یہ چور پر ظلم ہے. حالانکہ چوری خود ایک وحشیانہ عمل ہے. معاشرہ کے اس مجرم ووحشی کو اگر اس کی وحشت وبربریت سے روکنے اور معاشرہ کو اس کے شر سے بچانے کے لئے اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے تو کیا حرج ہے. ایک ہاتھ کٹتا ہے. صدہائے ہاتھ کی کمائی محفوظ ہو جاتی ہے. ہزاروں کی تجوریاں بچتی ہیں. سعودی عرب میں جہاں آج سے پچاس سال پہلے لوٹ مار کے قصے مشہور تھے. آج ہم نے اپنی آنکھوں دیکھا ہے کہ لاکھوں اور ہزاروں کا مال دکان میں پڑا ہے. دکاندار نماز کے لئے کعبۃ اللہ جاتا ہے. آدھ گھنٹہ وہاں گذار کر آتا ہے. دریں اثناء دکان کھلی ہے. لیکن کوئی آنکھ اٹھا کر بھی اس کے مال کی طرف نہیں دیکھتا. نہ ایک تنکا چوری ہوتا ہے. اور یہ سب اسی سزا کی برکت ہے کہ چند لوگوں کے شروع میں ہاتھ کٹ گئے. آج کوئی ہاتھ چوری کے لئے نہیں بڑھتا. اگر ایک ہاتھ کٹ جائے، ہزاروں کو عبرت ہو گی. یہ خود مستقل سزا اور سامانِ عبرت ہے کہ ایک شخص کٹے ہوئے ہاتھ کے ساتھ پھر رہا ہے. لیکن اس کا یہ مدعا نہیں کہ جہاں یہ عبرت پذیر عادلانہ سزائیں نافذ ہوتی ہیں. وہاں سب طرف ہاتھ کٹے ہوئے ہی پھر رہے ہوتے ہیں. چند کا ہاتھ کٹا اور ہمیشہ کے لئے اس فتنہ کا سدباب ہو گیا. کم از کم راقم نے ساڑھے تین ماہ قیام حجاز میں ایک ہاتھ کٹے شخص کو نہیں دیکھا نہ کسی کا ہاتھ کٹتے دیکھا. سزا کا تصور ہی اتنا ہیبت ناک ہوتا ہے. کہ کسی کو جرم کی ہمت ہی نہیں ہوتی. بقول سعدیؒ اگر ایک جگہ سے پانی پھوٹتا ہے تو اس کو سرمہ کی سلائی سے بند کر دو. ورنہ بعد میں ہاتھی بھی اسے بند نہیں کر سکے گا.

آج معاشرہ ہماری نظر سے اوجھل ہے. ورنہ جیسے ڈاکٹر کے مشورہ پر ایک SEPTIC HAND (زہر رسیدہ ہاتھ) کو جسم

کے بچانے کے لئے کاٹ دیتے ہیں اور اس میں قباحت نہیں سمجھتے۔ اسی طرح سوسائٹی کو بچانے کے لئے چور کے ہاتھ پر ہم اعتراض نہ کرتے۔ جس طرح شفیق ترین ماں جو بچے کے ہاتھ میں کانٹا چبھنا گوارا نہیں کرتی۔ اگر اس کے بیٹے کے ہاتھ میں پیپ پڑ جائے اور اسے ڈاکٹر کہے کہ بیٹے کا ہاتھ کٹوا دے۔ ورنہ تمام جسم یا پورا بازو خراب ہو جائے گا تو ماں اپنی تمام پیار و محبت کے باوجود ڈاکٹر کی نصیحت کو مانے گی اور بیٹے سے کہے گی کہ بیٹا ہاتھ کٹوا لے کہ تیرا باقی جسم بچ جائے۔ ہاتھ کٹتے وقت، بیٹے کا ہاتھ کٹ رہا ہوگا اور رحیم و مہربان ماں کا دل کٹ رہا ہوگا۔ لیکن عقل کے تقاضے کی بناء پر سب کچھ گوارا کرے گی کہ ہاتھ کٹتا ہے تو کٹ جائے۔ لیکن میرے بچے کا باقی جسم بچ جائے۔ اسی طرح رحیم و شفیق اللہ تعالیٰ ہاتھ کاٹنا نہیں چاہتے۔ لیکن معاشرہ کی جان یعنی اس کے اخلاق و اعلیٰ قدروں کو بچانے کے لئے اور اس کے حقوق اور مال و متاع کی حفاظت کے لئے فرد کا ہاتھ کٹوا دیتا ہے کہ بسا اوقات چوری جان لیوا ثابت ہو جاتی ہے۔ ہم سادہ دل روتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں۔ لیکن حکمتِ ربّانی مسکراتی ہے۔ اور کہتی ہے۔ ذرا سوچو تو سہی۔ یہ سختی کتنوں پر نرمی کا سبب اور ہاتھ کا کٹنا کتنوں کی گردنوں کے بچاؤ کا ذریعہ بن گیا۔ یہ قہر خاص برائے لطف عام ہے اور یہ قطع ید برائے حفاظت جسم و جان ہے۔ اس لئے قطعِ ید کی سزا وحشیانہ نہیں۔ بلکہ حکیمانہ ہے۔

## لمحۂ فکریہ

زنا کی سزا کے متعلق کچھ کہنے سے پیشتر چند باتیں ذہن نشین کرانی اشد ضروری ہیں۔ کہ آج مغرب کی تقلید میں ہمیں اپنے قوانین کی قدر نہیں رہی اور ہم ان کی کہی کہہ رہے ہیں اور ان کی سنی، سنا رہے ہیں۔ ہمارا ذہن اتنا مفلوج ہو گیا ہے کہ ہماری اپنی کوئی رائے باقی ہی نہیں رہی جسے یورپ اچھا کہتا ہے، اسے ہم اچھا سمجھتے ہیں۔ جسے وہ بُرا قرار دیتا ہے۔ اسے ہم بُرا تسلیم کر لیتے ہیں۔ آج کسی مسئلہ پر بات کرنے سے پہلے ہمیں یہ سوچنا پڑتا ہے کہ مغرب کا اس بارے میں نظریہ کیا ہے۔ اگر وہاں سے سندِ جواز مل گئی تو پھر کسی تحقیق کی ضرورت نہیں اور اگر وہاں سے کسی بات کے غلط و ناجائز ہونے کا فتویٰ صادر ہو گیا تو ہماری زبانیں گنگ ہو گئیں۔ ہمارے دلوں پر تالے پڑ گئے اور ہمارے دماغوں کے سوتے خشک ہو گئے "مرعوبیت،، کی اس دنیا میں قلندرانہ جرائت، مومنانہ فراست فقیہانہ دانش و حکمت، داعیانہ بے باکی و ہمت کے بغیر ایک قدم بھی آگے بڑھانا مشکل ہے۔

پینے کا جگر چاہیئے، شاہیں کا تجسّس
جی سکتے ہیں دنیا میں بے حکمتِ افرنگ

جس شخص یا قوم کے پاس قرآن جیسی کتاب اور سید الانبیاء فخر رسل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ذات عالی مرتبت موجود ہو۔ اسے یورپ کا "سحر سامری،، بھلا نہیں سکتا اور وہ اپنے مسائل کے لئے عدل و حکمت سے تہی دامن غریب یورپ کی دریوزہ گری نہیں کر سکتا۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشمندی
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف

بہرحال اگر یورپ کے عیارانہ استدلال اور ساحرانہ علم و فن سے یکسو ہو کر کسی مسئلہ پر سوچیں گے تو انشاء اللہ مسئلہ کا حل آسان ہو جائے گا۔

## مغرب کے اعتراضات

اسلامی عائلی احکام پر اعتراضات مغرب اپنی "خاص ذہن،، اور اپنی خاص تہذیب و تمدن کی فضا میں پروردہ "عقل،، کی بناء پر کرتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ یورپ کا اپنا ایک خاص مزاج و کلچر ہے۔ ایک خاص تہذیب و تمدّن ہے، جس کا قوام یونانی اور رومن ثقافتی ورثہ اور علم الاصنام اور باربرین اور قرون مظلمہ کی تہذیبوں اور بگڑی ہوئی عیسائیت سے بنا ہے۔ کیونکہ حقیقتاً بیچارہ یورپ خدائی دین عیسائیت سے کبھی بہرہ مند ہوا ہی نہیں۔ یورپ کو نام نہاد عیسائیت، "سینٹ پال،، کے ذریعہ پہنچی جو اصلاً "سال،، یا ’’ساؤس‘‘ نامی یہودی تھا جس نے عیسائیت کو بگاڑنے کے لئے، عیسائیت کا جامہ پہنا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے لائے ہوئے دین کو مسخ کر کے رکھ دیا۔ مقصد یہ ہے کہ یورپ کا تمدّن اپنے اندر یونانی، رومن باربرین اور مسخ شدہ عیسائیت کے اجزاء کو لئے ہوئے ہے۔ بے حیائی و عریانی و رومانی میراث ہے اور وحشت و ظلم باربرین از منہ وسطیٰ کی نتیجہ ہیں۔ موجودہ عیسائیت میں تجرد کمال کی بات ہے۔

## تجرد کی زندگی

جرمنی میں راقم الحروف سے ایک شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی کے متعلق سوال کیا۔ ضمناً تجرد کے عیسائی



نظریہ کی فوقیت کو ثابت کرنا چاہتو میں نے اسے کہا کہ اگر تمام دنیا عیسائی ہو جائے اور ساٹھ ستر سال تک مجرد رہے۔ تجرد کے قوانین و ضابطوں کی مکمل پابندی کرے اور گرجوں "تہہ خانوں،، اور کلبوں کی زندگی کے پاس نہ جائے تو یقیناً ستر سال کے بعد نسل انسانی عیسائیت کے اس "مسیحانہ اقدام،، و نظریہ سے ختم ہو کر رہ جائے گی۔ انسانیت کے لئے تجردِ کی زندگی نہ کمال ہے نہ خوبی اور نہ حقیقتاً ممکن العمل ہے۔ اگر تاہل کے جذبات نہیں ہوں گے۔ نکاح نہیں ہوگا اور فرائض ازدواجی کی ادائیگی نہ ہوگی، تو لازماً نسلِ انسانی ختم ہو جائے گی۔ اس لئے حکمتِ الٰہی نے نسل انسانی کے بقاء کے لئے جذبات کی دنیا آباد کی۔ نکاح کو جائز قرار دیا اور مرد و عورت کے فطرتی قویٰ اور طبعی جنسی ضروریات کو دیکھتے ہوئے نکاح کے دائرہ کو مردوں کے لئے چار تک وسعت دے دی۔ تاکہ خواہشات کا ناجائز استعمال نہ ہو سکے۔ عورت فطرۃً بیک وقت ایک سے زیادہ خاوندوں کے حبالۂ عقد میں نہیں آ سکتی کہ میراث و نسل وغیرہ کے قانونی اور طبعی رقابت وغیرہ کے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں جو خطرناک حد تک منتہی ہو سکتے ہیں۔

## حدود الٰہی کی پابندی

جو اقوام عائلی معاملات میں حدود الٰہی کی پابندی نہیں کرتیں وہ انسانی فطرت و نفسیات سے کما حقہ واقف نہ ہونے کی بناء پر افراط و تفریط کا شکار ہو جاتی ہیں۔ جیسا کہ آج کل مغرب کا حال ہے جو سراپا فسق نواز ہے، عفت نواز نہیں۔ جن لوگوں نے مغرب کی نفسیاتِ جنس کی وہ کتابیں پڑھی ہیں جن میں جنسی تجارب کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ وہ اس بات کی سو فیصدی تصدیق کریں گے کہ آج مغرب جنسی بے راہروی کے اس جہنم میں گر چکا ہے۔ جس کا تصوّر بھی اقوام ما قبل یا بیچارہ مشرق نہیں کر سکتا اور جس سے اس کا عفت و پاکیزگی کی طرف لوٹنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ لعل اللہ یحدث من بعد ذالک امرا۔ اس درازنفسی کا مطلب یہ ہے کہ مغرب کا مجرم دل و دماغ کو اپنی فسق نوازی، بے حیائی اور فواحش پروری کی بناء پر اسلام کے پاکیزہ، عفت مآب اور حیا پرور پاکدامن معاشرہ کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ جس معاشرہ کی لغت میں "حیا،، نامی لفظ کا عملاً کوئی وجود ہی نہ ہو۔ "عفت،، کا نشان تک تلاش بسیار کے باوجود نہ مل سکے اور (VIRGIN MERY) کی نام نہاد دیوائیں اپنی بکارت کے شیشوں کو بلوغ سے پہلے ہی جنسی تجارب میں توڑ چکی ہوں۔ (GESUS CRIST) کے تجرد کا کلمہ پڑھنے والے تجرد کے دائروں کو بچپن میں ہی پھاند چکے ہوں۔ وہ کیا جانیں کہ اسلام کا نظام عفت و حیاء کیا ہے۔ اور کسی کے ازدواجی بندھنوں کے بغیر کسی کے دامن عفت کو تار تار کرنا کتنا کریہہ، گھناؤنا اور وحشیانہ فعل ہے۔ غور کیجئے اگر کوئی شخص شادی اور ازدواج کے قانونی دائرہ کے اندر نہیں رہتا اور حدود اللہ کو توڑ کر کسی غیر عورت سے متعلق ہو جاتا ہے۔ اور اسے حمل ٹھہر جاتا ہے تو کیا اس کا یہ فعل اخلاقاً، قانوناً، عقلاً درست ہوگا؟ یہ بات ایک مثال سے سمجھئے کہ ایک شخص کی زمین ہے۔ جس کا کوئی دوسرا شخص قانوناً مالک نہیں اور نہ کسی اخلاقی ضابطہ سے اس کا اس زمین میں کوئی حق ہے۔ اگر یہ شخص پہلے شخص کی زمین میں ہل چلاتا ہے۔ بیج ڈالتا ہے۔ فصل پیدا ہو جاتی ہے تو کیا اس فصل پر اس شخص کا جو دوسرے کی زمین کو استعمال کرتا ہے قانوناً کوئی حق ہے۔ یہ فصل اس کی نہیں ہوگی۔ اس نے تو اپنے بیج کو ہی ضائع کر دیا۔ فصل زمین والے کی ہوگی اور اسے بیج کے ضائع کرنے کی سزا دی جائے گی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بیٹا اس کا ہوگا جس کی منکوحہ کے گھر پیدا ہوگا اور زانی کو اس جرم پر سنگسار کیا جائے گا،، (اگر وہ محصن ہو) (بخاری)

## تخم انسانی کا ضیاع

مقصد یہ ہے کہ جب انسان اپنا بیج بے محل اور غیر مملوکہ اور دوسرے کی زمین میں ڈالتا ہے تو وہ اپنے بیج کو ضائع کرتا ہے۔ ممکن ہے یہ بیج اگر اپنے محل اور اپنی "کھیتی،، میں ڈالا جاتا تو اس سے اقبال یا محمد علی جوہر جیسے اعاظم رجال پیدا ہوتے لیکن اس ظالم اور وحشی نے اپنے نفسانی جذبات سے مغلوب ہو کر اپنے جسم کو ایک آنی فانی لذت دینے کے لئے ایسے وقیع مادہ کو ضائع کیا اور اس طرح "قتلِ خفی،، کا مرتکب ہوا۔ اسی لئے علماء اور بعض مفسرین نے استمنا بالید اور دیگر اس قسم کے فواحش کو جس سے انسان کا مادہ منویہ ضائع ہوتا ہے۔ ناجائز اور الموءدۃ الخفیہ قرار دیا ہے۔ یعنی اپنی اولاد کو نامعلوم اور پوشیدہ طریقہ سے ضائع کر دینا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جاہل عرب اپنی اولاد کو پیدائش کے بعد زندہ درگور کر دیتے تھے اور ہم پیدائش سے نو مہینہ پہلے اسے گاڑ دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے مجرموں کو جو انسانیت کے بیج کی امانت میں خیانت کر کے اسے ناجائز طریق سے

ضائع کر دیتے ہیں۔ قتل خفی کا مرتکب قرار دیا ہے اور بڑی مصیبت یہ ہے کہ اگر یہ کریہہ عادت ایک دفعہ پڑ جائے، تو تادم آخر بمشکل چھوٹتی ہے۔ مزید برآں اس کا مرتکب معاشرہ کا ایسا ناسور ہے جو پورے معاشرہ کو متاثر کرتا ہے اور وہ جو بچہ پیدا کرتا ہے۔ اس پر میراث ونسب کے قوانین کا کماحقہ اجراء نہیں ہو سکتا۔ اس طرح پوری سوسائٹی فسق و فجور کی ہواؤں سے مسموم ہو جاتی ہے۔ اسی لئے قرآن نے فواحش کے شیوع پر دردناک عذاب کی تہدید فرمائی ہے۔ زنا اور حرام کاری سے جو گندی اور خطرناک اور مہلک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، ان کے اثرات نسلاً بعد نسلٍ متعدی اور سوسائٹی میں دور دور تک پھیلتے ہیں۔ اگر آپ یورپ اور امریکہ کی جنسی بیماریوں کے اعداد و شمار اور ان کے گھیراؤ اور وسعت کو ان کی اپنی اور اقوام متحدہ کے محکمہ صحت کے مرتب کردہ جائزوں اور رپورٹوں میں پڑھیں تو آپ کو قرآنی تہدید کا یقین ہو جائے گا۔ کہ مغرب کا کثیر طبقہ ان گھناؤنی بیماریوں کی وجہ سے اسی دنیا میں ایک عذاب الیم بھگت رہا ہے۔

## زنا کی خدائی سزا

اگر آپ خدائی سزا کو ایسے مجرم یا زانی پر لاگو کر کے اس کے ناپاک وجود سے انسانیت کو نجات نہ بخشیں گے۔ تو یہ آگ جس کا چھپا ہوا مادہ ہر نفس میں موجود ہے۔ جب پھیلے گی تو ہر کہ ومہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیگی۔ اسی لئے اسلام نے اس شخص کو جسے ابھی اپنی خواہش کے پورا کرنے کے مواقع کسی عذر صحیح کی وجہ سے حاصل نہیں۔ سو کوڑے کی سزا دیتا ہے تاکہ "خبیث جسم" جس نے اپنی خباثت نفس کی تسکین کے لئے معاشرہ کے عفیف جسم کو ناپاک کیا ہے۔ اپنی حرکت پر شرمندہ ہو کر آئندہ کے لئے اس سے بچ جائے یا اس کا نامسعود جسم انسانیت کو آئندہ کے لئے اپنی گندگیوں میں ملوث کرنے کے لئے باقی نہ رہے۔ لیکن اگر ایک شخص کی بیوی موجود ہے۔ وہ اپنی جنسی لذت یا بھوک کی تسکین ناجائز ذرائع سے کرتا ہے۔ وہ اپنی خواہش کو اپنے "محل" سے پورا نہیں کرتا اور اپنے جنسی ذوق کی بے محل تسکین کرتا ہے۔ یعنی جنسی چور بازاری کا مرتکب ہوتا ہے۔ تو خدا ایسے ظالم کو معاشرہ کے لئے قاتل سے بھی زیادہ خطرناک اور ظالم سمجھتا ہے۔ اور اسے وہ دردناک اور عبرت انگیز سزا دیتا ہے جو کسی دوسرے جرم پر مقرر نہیں۔ یعنی اسے سنگسار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جو احادیث متواترہ و مشہورہ سے ثابت ہے اور جس کا خلفائے راشدین کے زمانہ میں اجراء ہوتا رہا۔

## لمحۂ فکریہ

اب آپ سوچئے کہ اگر ایک شخص اللہ تعالےٰ کے نام کی بلندی کے لئے میدان جنگ میں اپنی گردن کٹواتا ہے تو شہید کہلاتا ہے اور جو قوم کے نظام اخلاق کی بقاء کے لئے اللہ تعالےٰ کے حکم کی بنا پر قتل کیا جاتا ہے تو اس قتل کو کس طرح قبیح قرار دیا جا سکتا ہے اگر ایک شخص حکومت سے غداری کرتا ہے اور ملک کے سیاسی استحکام کو تاراج کرتا ہے تو ہر حکومت ایسے باغی کو واجب القتل ٹھہراتی ہے۔ اسی طرح جب ایک شخص خدائی احکام کی خلاف ورزی کرتے ہوئے، ملک کے اخلاقی شیرازہ کو درہم برہم کرنے کے لئے اخلاقی انارکی پھیلاتا ہے جس سے ملکی اخلاقی استحکام کی جڑیں، جن پر سیاسی بقاء کا انحصار ہے، کھوکھلی کر دیتا ہے تو کیا وہ مجرم نہیں؟ اگر مملکت کا غدار واجب القتل ہے تو خدا کا باغی اور فواحش کا بانی بھی لازماً اس سزا کا مستحق ہے۔ تاکہ ملک کی اخلاقی اور سیاسی بنیادوں پر کلہاڑا چلانے والے وجود نامسعود سے خدا کی سرزمین کو پاک کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں اسلام نے انسانی ضمیر کو اتنا بیدار کر دیا تھا کہ مجرم اگر کبھی تقاضائے نفس سے مغلوب ہو کر اس برے فعل کا ارتکاب کر لیتا تھا تو جب تک خود کو سزا دلوا کر پاک نہ کروا لیتا اسے چین نہ آتا تھا۔ جس کی مثال کوئی اور قوم یا ملک پیش نہیں کر سکتا۔

بقیہ : مشعل راہ

بچے رہیں تو وہ جنت میں جائیگا

مسلمان بھائی کی مدد کریں

حدیث : من نصر اخاه بظهر الغیب نصره الله فی الدنیا والاخرة (ایضاً ص۳۱۸)

ترجمہ : جو شخص اپنے (مسلمان) بھائی کی مدد، اس کی پیٹھ پیچھے (اس کی عدم موجودگی میں) کرے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں ایسے شخص کی مدد کرے گا۔

شہید کا درجہ بہت بلند ہے۔

حدیث : یشفع الشهید فی السبعین من اهل بیته (ایضاً ص۲۷)

ترجمہ : شہید اپنے گھروالوں میں سے ستر آدمیوں کی شفاعت کرے گا۔





# ارشاداتِ گرامی سیّدنا امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ

(ماخذ ازالۃ الخفاء، از حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی قدس سرہٗ)

(محمد شفیع عمرالدین (میرپور خاص سندھ)

۱۔ غصہ کو ضبط کرو، کم ہنسو، دل کھول کر نہ ہنسو۔

۲۔ لوگ خواب غفلت میں ہیں جب مریں گے تب بیدار ہونگے۔

۳۔ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے خدا تعالےٰ کو پہچان لیا۔

۴۔ آدمی اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔ جس کی زبان شیریں ہو۔ اس کے ملنے والے بہت ہوتے ہیں۔

۵۔ کنجوس کے مال کو حادثہ یا وارث کی بشارت دے دو۔

۶۔ کہنے والے کو نہ دیکھو بلکہ اس کے قول کو دیکھو۔

۷۔ مصیبت کے وقت بے صبری کرنا بہت بڑی مصیبت ہے۔

۸۔ سرکشی کے ساتھ کامیابی نہیں ہے۔

۹۔ تکبر کے ساتھ تعریف نہیں ہے۔

۱۰۔ بے ادبی کے ساتھ شرافت نہیں ہے۔

۱۱۔ حسد کے ساتھ راحت نہیں ہے۔

۱۲۔ بدلہ لینے کے ساتھ سرداری نہیں ہے

۱۳۔ تقویٰ سے بڑھ کر کوئی بزرگی نہیں ہے۔

۱۴۔ عافیت سے بڑھ کر کوئی لباس نہیں ہے۔

۱۵۔ جہل سے سخت کوئی بیماری نہیں ہے۔

۱۶۔ خدا تعالےٰ اس بندے پر رحم کرے جس نے اپنے قدر کو پہچانا۔ اور اپنے مرتبہ سے تجاوز نہ کیا۔

۱۷۔ لوگوں کے سامنے نصیحت کرنا دوسرے کو رسوا کرنا ہے۔

۱۸۔ حکمت مومن کی گمشدہ چیز ہے۔

۱۹۔ بخل سب عیبوں کو جمع کرنے والا ہے

۲۰۔ جب تقدیر پیش آتی ہے تو تدبیر بے کار ہو جاتی ہے۔

۲۱۔ نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔

۲۲۔ جب تمہارے پاس نعمتیں پہنچنے لگیں تو ناشکری کر کے بڑی نعمتوں کو نہ بھگا دو۔

۲۳۔ جب تم کو دشمن پر غلبہ حاصل ہو تو اس کے شکریہ میں اس کو معاف کر دو۔

۲۴۔ عاقل کی زبان دل کے تابع ہے اور احمق کا دل زبان کے آگے ہے۔

۲۵۔ بخیل فقر کو قریب خیال کرتا ہے اور محتاجوں کی طرح زندگی بسر کرتا ہے اور آخرت کا حساب امیروں کی طرح دے گا۔

۲۶۔ امیر لشکر کو نصیحت فرماتے کہ میں تجھے اللہ تعالےٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں تجھے ایک دن یقیناً اللہ تعالےٰ کو ملنا ہے۔ اس کے سوا تیرا کوئی منتہیٰ نہیں ہے۔ وہ ہی دنیا اور آخرت کا مالک ہے۔ تم اس چیز کو اختیار کرو جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پاس دنیا کی ہر چیز کا بدلہ ہے۔

۲۷۔ جاہل کو سیکھنے میں شرم نہ کرنی چاہیئے۔

محمد احمد برانق المصری

# اصحاب الفیل

ترجمہ: عبدالصمد صارم الازہری

یمن کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ ربیعہ بن نصر ہوا ہے جو بنی کہلان بن سبا کی اولاد سے تھا

اس کی بادشاہت کا زمانہ سدِّ مآرب کے منہدم ہو جانے کے بعد کا ہے جسے سبا بن یعرب بن قحطان نے بارش کا پانی روکنے اور سرزمینِ یمن سیراب کرنے کے لیے بنایا تھا اور جس سے سینکڑوں سال تک یہ سرزمین سیراب ہوتی رہی۔ پھر حکم الٰہی سے یہ سد گر گئی۔

سدِّ مآرب کے گرنے کے بعد یمنی قبیلے اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ کچھ یمن ہی میں رہے اور کچھ عرب کی زمینوں میں منتشر ہو گئے۔ ربیعہ بن نصر یمن کا بادشاہ بنا۔

ایک رات ربیعہ نے ایک خواب دیکھا جس سے وہ سخت خوف زدہ ہو گیا۔ وہ بہت گھبرایا ہوا بیدار ہوا۔

اس رات بادشاہ کی نیند اچاٹ ہو گئی۔ وہ ساری رات جاگتا رہا اور سخت بے قرار رہا۔ حتّٰی کہ جب صبح ہوئی تو اس نے شاہی محل کے آدمیوں کو بلایا اور ان سے کہا، جتنے بھی کاہن، نجومی اور تعبیر گو ہیں سب کو بلا لاؤ۔

فوراً تمام کاہن، نجومی اور معبّر آ گئے۔ شاہ نے ان سے کہا۔ کہ میں تم لوگوں سے آج کے خواب کی تعبیر مانگتا ہوں۔ جس نے مجھے سخت پریشان کر دیا ہے۔

وہ بولے: فرمائیے؟ آپ بیان کیجئے۔ ہم انشاء اللہ تعبیر دیں گے۔

بادشاہ نے کہا: اگر میں تم سے اپنا خواب بیان کر دوں گا اور پھر تم تعبیر دو گے تو مجھے اس تعبیر پر اطمینان نہیں ہو گا۔ میں تو اس کی بات سچی مانوں گا جو مجھے میرے خواب کی تعبیر بغیر میرے کچھ کہے دے دے۔

کاہن، نجومی اور معبّر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ کیونکہ وہ کیسے ایسے خواب کی تعبیر دے سکتے ہیں جسے وہ جانتے ہی نہیں۔

چاروں طرف خاموشی چھا گئی۔ ہر ایک سوچ رہا تھا کہ کیا کرے۔ بالآخر ایک کاہن نے کہا:

اے بادشاہ! جو کچھ آپ چاہتے ہیں یہ کام تو صرف دو کاہن ہی کر سکتے ہیں ایک شق اور دوسرے سطیح۔ کیونکہ وہ دونوں سارے یمن میں سب سے بڑے عالم ہیں بلکہ روئے زمین پر سب سے بڑے عالم ہیں۔ وہی آپ کے حکم کی تعمیل کر سکتے ہیں اور جو کچھ آپ چاہتے ہیں اس کی تعبیر دے سکتے ہیں۔

بادشاہ نے کہا: تو شق اور سطیح کو بلاؤ۔

فوراً دونوں کے بلانے کا حکم صادر ہو گیا دونوں کی تلاش میں قاصد روانہ ہو گئے۔ کچھ دیر نہ گزری تھی کہ قاصد سطیح کو لے آیا۔ وہ چھوٹے قد والا، چھوٹے چھوٹے ہاتھ پاؤں والا، پٹخے پیٹ اور سیدھے سینے اور سر والا تھا۔ اس کے چہرے کے نشانات تک واضح نہ تھے جب وہ بادشاہ کے سامنے پیش ہوا تو اس



نے کہا:

"میں نے آج رات ایک خواب دیکھا جس سے میں گھبرا گیا ہوں۔ مجھے بتا کہ میں نے کیا خواب دیکھا ہے اگر تو میرا خواب بتا دے گا تو میں امید کرتا ہوں کہ اس کی تعبیر بھی صحیح صحیح بتا دے گا۔

سطیح نے کہا۔ ہاں! میں آپ کو بتائے دیتا ہوں اے بادشاہ! آپ نے روشن چنگاریاں دیکھیں جو تاریک زمین سے نکلیں اور تہمہ کی سرزمین میں جا گریں اور ہر چرند پرند نے انہیں کھایا۔

بادشاہ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا اور کہا:۔

"اے سطیح! ہاں میں نے یہی خواب دیکھا تھا تو نے غلط نہیں کہا۔ اب بتا اس کی تعبیر کیا ہے؟

سطیح نے کہا۔ میں حرمین کے تمام سانپوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہاری سرزمین پہ اہل حبش کا قبضہ ہو جائے گا اور وہ ابین سے لے کر جرش تک قابض ہو جائیں گے۔

بادشاہ نے گھبراتے ہوئے کہا۔ اے سطیح! کیا ہمارے لیے یہ بات تکلیف دہ نہیں ہے۔ مجھے بتا ایسا کب ہو گا؟ آیا میرے زمانے میں یا میرے بعد؟

سطیح نے کہا۔ آپ کے کچھ بعد، کوئی ساٹھ ستّر سال بعد!

بادشاہ نے سطیح سے کہا۔ کیا یہ سلطنت اہلِ حبش میں رہے گی یا جلد ختم ہو جائے گی؟

سطیح نے کہا: نہیں بلکہ ختم ہو جائے گی کوئی ستّر سال بعد ختم ہو جائے گی۔ پھر وہ قتل کر دیے جائیں گی، اور یہاں سے بھاگ جائیں گے۔

بادشاہ نے پوچھا: انہیں کون قتل کرے گا اور کون نکالے گا؟

سطیح نے کہا: بنو یزن کا ایک لڑکا انہیں نکال دے گا جو عدن سے ان کے خلاف بغاوت کرے گا اور کسی بھی حبشی کو یمن میں نہیں چھوڑے گا۔

بادشاہ نے کہا: کیا اس کی سلطنت باقی رہے گی؟

سطیح نے کہا: نہیں بلکہ ختم ہو جائے گی۔

بادشاہ نے کہا: اُسے کون ختم کرے گا؟

سطیح نے کہا: ایک ذکی نبی جس کے پاس اللہ وحی بھیجے گا۔

بادشاہ نے کہا: یہ نبی کن لوگوں میں سے ہو گا؟

سطیح بولا: غالب بن فہر بن مالک بن النضر کی اولاد سے ہو گا۔ اور رہتی دنیا تک مملکت اس کی قوم میں رہے گی۔

تب بادشاہ نے کہا: کیا زمانہ کبھی ختم بھی ہو گا؟

سطیح بولا: ہاں جس دن سب جمع کئے جائیں گے۔ نیک سعادت مند ہوں گے اور بدبخت سزا پائیں گے۔

بادشاہ نے پوچھا: اے سطیح! تو جو کچھ کہہ رہا ہے کیا یہ سچ ہے؟

سطیح بولا۔ ہاں قسم ہے شفق اور تاریکی کی جو کچھ میں نے کہا۔ سچ ہے۔

پھر سطیح بادشاہ کے دربار سے واپس چلا آیا تاکہ شق کی باری آئے۔ شق بڑا دبلا پتلا بے ڈول سا انسان تھا۔ جیسے کسی آدمی کے دو ٹکڑے کر لیے گئے ہوں۔ بادشاہ نے اس سے بھی سطیح جیسے سوالات کئے اور اسے نہ اپنا خواب بتایا نہ سطیح کا جواب بتایا۔

شق نے کہا۔ اے بادشاہ! آپ نے اپنے خواب میں کوئلے تاریک زمین سے نکلتے دیکھے اور وہ کوئلے باغ، جھاڑیوں اور لوگوں کے درمیان آن پڑے۔

پھر کیا تھا بادشاہ حیران رہ گیا کہ کیسے دونوں نے ایک جیسی بات کہہ دی اور دونوں کے علم پر بڑی حیرانی کا اظہار کیا۔

پھر بادشاہ نے اس سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی تو اس نے بھی وہی بات کہی جو سطیح نے کہی تھی۔

بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ اس کا خواب سچا ہے اور اہل حبش ایک دن ضرور بحر قلزم کو عبور کر کے یمن کی طرف آئیں گے اور اس پر قبضہ کریں گے!

بادشاہ نے سوچا کہ کیا کیا جائے۔

اس نے سوچا کہ ابھی تو کاہنوں کے قول کے مطابق عرصۂ دراز ہے اور اگر وہ اس زمانے تک زندہ نہ رہا تو اس کا کوئی بیٹا پوتا تو زندہ رہے گا۔ حبشی اسے پکڑ کر ذلیل کریں گے تو اسے اپنی اولاد کے بچانے کی کیا تدبیر کرنی چاہیے؟

ربیعہ بن نصر کئی دن اور کئی رات آرام سے نہ بیٹھا۔ یہی سوچتا رہا کہ کیا تدبیر کرے جس سے اہلِ یمن حبشی حملے سے محفوظ رہیں؟

بالآخر اس نے سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہ دیکھا کہ اپنی اولاد کسی محفوظ جگہ پر آباد کر دے جہاں وہ آرام کی زندگی بسر کر سکیں۔

لہٰذا اس نے اپنے تمام اہلِ خانہ کو سامانِ سفر دیا اور عراق کی طرف روانہ کر دیا۔ اور ایران کے ایک بادشاہ شاپور بن خرداد کو ان کے بارے میں چھٹی لکھی۔ جب وہ شاپور کے پاس پہنچے۔ تو اس نے انہیں حیرہ (عراق) میں اقامت گزیں کیا۔

مرتے دم تک ربیعہ بن نصر یمن کا بادشاہ رہا۔ اس کے مرنے کے بعد مملکت حمیر بن سبا کی اولاد میں منتقل ہو گئی۔ کئی سال تک ان لوگوں میں سلطنت رہی حتیٰ کہ سلطنت کا مالک ایک فاسق و فاجر انسان لخنیعہ ذوشناتر ہو گیا۔ اس نے قوم پر ظلم و ستم ڈھانے شروع کئے۔ اور بنو حمیر کے شاہی خاندان کو ذلیل کرنا شروع کیا۔ وہ اسی طرح لوگوں پر ظلم کرتا رہا۔ حتیٰ کہ ایک نوجوان نے جو شاہی خاندان سے تھا۔ اسے ایک جرأت آمیز حیلے سے قتل کر دیا۔ اس نوجوان کا نام زرعہ بن تُبّان تھا۔

زرعہ، یمن کا مالک ہو گیا اسے ذونواس کہتے تھے وہ یہودی تھا اور بڑا ہی متعصب تھا جو شخص یہودی نہ ہوتا وہ اس کا سخت دشمن بن جاتا۔

نجران جو کہ یمن کے شمال میں واقع تھا مسیحی مذہب کا گرویدہ ہو گیا تھا۔ ذونواس کو یہ بات بہت ناگوار ہوئی۔ وہ اپنا لاؤ لشکر لے کر اہل نجران پر چڑھ گیا اور بہت ساری آگ دہکا کر کہا۔ یا دین سے پھر جاؤ ورنہ آگ کی نذر کر دئے جاؤ گے۔ ان میں سے اکثریت نے آگ میں جل جانا پسند کیا تو اس نے گڑھے کھدوائے اور ایندھن سے بھروا کر اس میں سب کو جلا دیا۔

ایک شخص کا نام دوس ذو ثعلبان مسیحی تھا وہ کسی طرح بھاگ کر حبشہ کے بادشاہ اور قیصرِ روم کے پاس پہنچا تاکہ ان سے مسیحیت کے لیے امداد مانگے اور ذونواس سے بدلہ لے۔

دوس ذی ثعلبان، بحرِ قلزم کو پار کر کے نجاشیٔ حبشہ کے پاس پہنچ گیا۔ تاکہ ذونواس کے مظالم کا اس سے حال بیان کرے اور بتائے کہ اہلِ نجران کی اکثریت دین سے نہیں پھری مگر آگ میں جلا دی گئی۔

نجاشی کو اس بات پر بہت غصہ آیا اور وہ ذونواس شاہِ یمن سے سخت ناراض ہو گیا مگر وہ اس کے ساتھ کوئی لشکر نہ بھیج سکا۔ کیونکہ اس کے پاس اتنی کشتیاں نہ تھیں کہ وہ سمندر پار اپنی فوجیں بھیج سکتا۔ اس نے دوس ذی ثعلبان سے معذرت کی اور کہا کہ میں ذونواس سے نہیں لڑ سکتا کیونکہ سخت مجبور ہوں۔

مگر دوس نے ہمت نہ ہاری اس نے بادشاہوں کو ذونواس سے بدلہ لینے پر بھڑکایا اور شاہِ روم کے پاس پہنچا۔

قیصرِ روم نے دوس کی باتیں سنیں تو اسے سخت تکلیف ہوئی۔ اس نے دوس سے کہا:

"میں تو یہ چاہتا ہوں اپنے لشکر تیرے ملک کی طرف بھیجوں لیکن جگہ بہت دور ہے۔ لہٰذا میں نجاشی شاہِ حبشہ کو چھٹی لکھے دیتا ہوں۔ وہ اپنے لشکر سے تیری مدد کریگا اور میں انہیں بقدرِ ضرورت کشتیاں دے دوں گا۔"

دوس نے قیصرِ روم کا شکریہ ادا کیا اور حبشہ کے نجاشی کے پاس پہنچا۔ تاکہ اپنی کوششوں کو بار آور کرے۔

زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ دوس کی کوششیں بار آور ہو گئیں۔ اور حبش کا لشکر بحرِ قلزم کو عبور کرتا ہوا یمن کی طرف چلا۔ کیونکہ شاہ روم نے انہیں بہت سی کشتیاں دے دی تھیں۔

اہلِ یمن اور ذونواس کو خبر بھی نہ ہوتی کہ کیا ہو رہا ہے انہیں اس وقت پتہ چلا جب کہ حبشی لشکر ملکِ یمن کو تاخت و تاراج کر رہا تھا۔ یہ ٹڈی دل لشکر تھا اور ان کا سردار ایک بڑا لمبا کالا شخص تھا جس کا نام ارباط تھا۔

اہلِ یمن ڈر گئے۔ ذونواس نے اپنے لشکر کو مدافعت کے لیے جمع کرنا شروع کیا۔ قبیلوں کے



سرداروں کو لشکر جمع کرنے کا حکم دیا اور خود لشکر لے کر مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔

مگر اس اچانک حملے کا اہلِ یمن پر بہت برا اثر پڑا۔ وہ پوری طرح تیاری نہ کر سکے لہٰذا یمنی لشکر بہت جلد شکست کھا گیا۔ اور وہ بہت جلد منتشر ہو گئے۔

ذونواس نے دیکھا کہ لشکر بھاگ گیا ہے تو اسے اپنا انجام معلوم ہو گیا۔ لہٰذا اس نے اپنے گھوڑے کو سمندر کی طرف ڈال دیا۔ اس کے سخت مہمیز لگائی۔ گھوڑا سمندر میں کود پڑا۔ ذونواس نے ایک ایڑ اور لگائی تو گھوڑا اور آگے بڑھا حتیٰ کہ ڈوب گیا۔ اس طرح ذونواس کی حکومت ختم ہو گئی جو بنی حمیر کا آخری بادشاہ تھا۔

ارباط اپنا لشکر لے کر یمن میں گھس گیا اور نجاشیِ حبشہ کے نام سے قابض ہو گیا اس نے وہاں کی بہت سی عمارتیں گرا دیں۔ بادشاہوں کے قلعے منہدم کر دئے۔ غمدان کے قلعہ کو بھی گرا دیا۔ اور جو لوگ اس میں پناہ گزین تھے انہیں قید کر لیا۔ بنی حمیر کے شہزادوں اور سرداروں کو گرفتار کر لیا اور تہائی قیدی شاہ حبشہ کو بھیج دیے اس نے معاہدہ کیا تھا کہ اگر یمن پر قبضہ ہو گیا تو وہ تہائی قیدی شاہِ حبشہ کو ہدیہ دے گا۔

اس طرح اہلِ یمن کے ساتھ اہلِ حبشہ لڑے، ربیعہ بن نصر بادشاہ کا خواب سچا ہو کر رہا۔ اور شق اور سطیح کی پیشین گوئی سچی ثابت ہوئی۔

ارباط عرصہ تک یمن پر سلطنت کرتا رہا۔ اہلِ یمن کو اس کے زمانۂ حکومت میں سخت ذلّت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے بعد ابرہہ بادشاہ کا دَور آیا۔

ابرہہ، ارباط کے لشکروں کا سپہ سالار تھا اس کا ارباط سے جھگڑا ہو گیا۔ کچھ سرداروں نے اُس کا ساتھ دیا اور اس طرح لشکر دو حصّوں میں منقسم ہو گیا۔ ایک گروہ ارباط کے ساتھ اور ایک ابرہہ کے ساتھ ہو گیا۔

اس اختلاف کا یہ نتیجہ نکلنا تھا کہ کوئی ایک فریق غالب آئے اور ان دونوں میں سے کسی ایک کی سلطنت رہے۔

ایک گروہ دوسرے گروہ سے ٹکرایا۔ اب کسی ایک کی شکست لازم تھی۔ دونوں آمنے سامنے آئے اور دونوں لشکر ٹکرائے۔ ابرہہ نے ارباط کے پاس پیغام بھیجا کہ آپس میں ٹکرانے سے کیا فائدہ؟ اس طرح تو حبشی لشکر ختم ہو جائے گا کیوں نہ ہم تم آپس میں لڑ لیں جس کی فتح ہو گی وہی یمن کا بادشاہ ہو جائیگا۔

ارباط نے کہا: ٹھیک ہے۔

ارباط بڑا لمبا چوڑا، کالا کلوٹا تھا اور ابرہہ چھوٹے سے قد کا گٹھے ہوئے جسم والا تھا۔ دونوں سپہ سالار آمنے سامنے آئے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک خنجر تھا۔

ارباط کے پیچھے اس کا لشکر کھڑا تھا اور ابرہہ کے پیچھے اس کا لشکر تھا۔ دونوں نے اپنا اپنا خنجر سنبھالا۔ ارباط نے جو اپنا خنجر ابرہہ پر پھینک مارا تو وہ اُس کی بھویں، آنکھ، ناک اور لب کاٹتا چلا گیا۔

ارباط کو یقین ہو گیا کہ اس کی فتح ہو گئی اور اب وہ یمن کے لشکر کا مالک ہو جائے گا کہ ابرہہ کے لشکر کے کسی آدمی نے ارباط پر خنجر پھینک مارا وہ اس کے دل کے پار ہو گیا اور وہ وہیں مر گیا۔ یہ خنجر ابرہہ کے غلام عتودہ نے مارا تھا جو اپنے آقا کی امداد کے لیے اُس کے پیچھے کھڑا تھا۔

ابرہہ نے دیکھا کہ ارباط اس کے غلام کے خنجر سے زمین پر گر پڑا ہے اور غلام خوشی سے چلّا اٹھا تھا۔ تو اس نے غلام سے کہا۔

اے عتودہ! اگر تو نے ارباط کو قتل کیا ہے تو ہم پر اس کی دیت لازم ہو گئی ہے تو نے میری بڑی خدمت کی مانگ جو کچھ مانگتا ہے؟

عتودہ نے کہا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اہلِ یمن کی اس وقت تک کوئی دُلھن اپنے شوہر کے گھر نہ جائے جب تک کہ پہلے میرے پاس ایک رات نہ گزارے۔

ابرہہ کو یہ بات اگرچہ ناگوار گزری مگر اُس نے

کہا: تُونے عجیب مطالبہ کیا ہے مگر میں تیرا مطالبہ مانتا ہوں۔

ارياط کا لشکر ابرہہ کے قبضہ میں آگیا۔ ابرہہ بڑا خوش ہُوا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ سب میدان صاف ہو گیا ہے۔

مگر جب نجاشی کو ارياط کے قتل کی اطلاع ملی تو وہ بہت خفا ہُوا اور اس نے قسم کھائی کہ آرام سے نہیں بیٹھوں گا جب تک یمن کی سرزمین کو نہ روند ڈالونگا اور ابرہہ کی پیشانی کے بال نہ کاٹ دوں گا۔

ابرہہ کو پتہ چلا تو اس نے اپنے سارے بال کٹوا کر ایک لفافہ میں لپیٹے اور اپنی انگلی کٹوا کر ایک بوتل خون سے بھر دی۔ اور ایک تھیلے میں یمن کی مٹی بھر دی۔ پھر ایک قاصد کے ہاتھ یہ تینوں چیزیں بھیج دیں اور ایک چٹھی میں لکھا:

"آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں۔ ارياط آپ کا غلام تھا اور میں بھی آپ کا غلام ہوں۔ ہم دونوں ایک معاملہ میں مختلف ہو گئے۔ ہم دونوں آپ کے فرمانبردار تھے۔ مگر میں یمن پر غالب تھا اور اس کی سیاست کا مالک تھا۔ میں نے اپنا سر منڈا دیا ہے، اپنا خون بہا دیا ہے اور یمن کی مٹی آپ کی خدمت میں بھیج دی ہے تاکہ آپ اپنی قسم پوری کر لیں اور اس مٹی کو اپنے قدموں سے روند ڈالیں۔

نجاشی، ابرہہ سے راضی ہو گیا اس کے حیلے اور سیاست پر وہ بہت خوش ہُوا اور قاصد کے ذریعہ پیغام بھیجا۔

سرزمینِ یمن پر میرے دوسرے حکم کے پہنچنے تک حکومت کرتے رہو۔

اب ابرہہ کو یقین ہو گیا کہ فضا بالکل صاف ہو گئی۔ لہٰذا وہ اس طرح یمن پر حکومت کرنے لگا کہ نصرانیت اور اہلِ حبشہ کو اس کی حکومت سے فائدہ ہو۔

ابرہہ کا لقب اشرم پڑ گیا کیونکہ اس کا منہ ارياط کے خنجر سے کٹ چکا تھا (اشرم منہ کٹا) ابرہہ کو یہ شوق دامن گیر ہُوا کہ یمن کی کسی حسین عورت سے شادی کرے۔ اسے معلوم ہُوا۔ کہ ریحانہ بنت ذی جون جو ابی مرۃ بن ذی یزن کی بیوی ہے بڑی حسین و جمیل ہے لہٰذا اُسے اُس سے محبت ہو گئی اُس نے قاصد بھیجے اور وہ اُسے اس کے باپ کے گھر سے نکال لائے۔ اس کے ساتھ اس کا بچہ معدی کرب بن ابی مرۃ تھا۔ قصرِ شاہی میں اسے لائے تو ابرہہ نے اسے اپنی باندی بنا لیا۔

ابومرۃ جو کہ یمن کا سردار تھا اس واقعہ کے بعد صنعاء میں نہ رہ سکا۔ لہٰذا وہ یمن کے کسی شہر کی طرف کوچ کر گیا اور وہ ابرہہ اور شاہِ حبشہ کے خلاف لشکر جمع کرنے لگا۔ لوگوں کو پتہ بھی نہ چلا کہ اس کا کیا انجام ہُوا۔

ریحانہ ابرہہ کے محل میں اپنے حسین و جمیل شریف شوہر کو یاد کرتی رہی مگر اُس کے رونے دھونے سے کچھ بھی فائدہ نہ ہُوا۔

ریحانہ کے ابرہہ سے ایک لڑکا پیدا ہُوا جس کا نام مسروق رکھا گیا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام بسباسہ رکھا گیا۔ ابرہہ کی حبشی بیوی سے بھی ایک لڑکا تھا جس کا نام یکسوم تھا۔ اسی کے نام پر ابرہہ کی کنیت ابو یکسوم تھی۔

اس زمانے میں بھی عتودہ ابرہہ کا غلام تھا جس نے ارياط کو قتل کیا تھا۔

اہلِ یمن کو یہ بات سخت ناگوار گزری کہ جس لڑکی کی بھی شادی ہو پہلے وہ عتودہ کے پاس رہے لہٰذا انہوں نے ابرہہ کے حکم کی پرواہ نہ کی اور اسے قتل کر دیا۔

ابرہہ بڑا بُردبار انسان تھا اور بڑا سیاسی آدمی اُس نے عتودہ کے قتل پر اظہارِ ناراضی نہ کیا بلکہ اہلِ یمن سے کہا:۔

"اے اہلِ یمن! میں اس بات پر خوش ہوں کہ تم بڑے صاحبِ غیرت ہو۔ بخدا اگر معلوم ہوتا کہ عتودہ ایسی شرط پیش کرے گا تو میں ہرگز ایسا حکم نہ دیتا اور ہرگز اسے کوئی انعام نہ دیتا۔ اب جبکہ تم لوگوں نے اسے قتل کر دیا ہے تو میں تم سے کوئی مواخذہ نہیں کرتا اور نہ تم سے ناراض ہوں۔"



اسی طرح نہایت بردباری سے ابرہہ حکومت کرتا رہا۔ جہاں بُردباری کا موقعہ ہوتا بردباری کرتا اور جہاں سختی کا موقعہ ہوتا سختی سے پیش آتا۔ ایسا وہ اکثر ایسے وقت کرتا جب کہ اس کا ذاتی مفاد یا اس کے ملک و مذہب کا کوئی مفاد ٹکراتا۔

ابرہہ نے دیکھا کہ اہلِ یمن سال کے سال جمع ہوتے ہیں، کھانے پینے کا سامان لیتے ہیں اور سفر کے لیے جاتے ہیں تو اس نے پوچھا:۔

"یہ لوگ کہاں جاتے ہیں؟"

لوگوں نے کہا۔ مکہ، حج کے لیے جاتے ہیں۔

اس نے پوچھا۔ "وہ گھر کس چیز کا بنا ہُوا ہے؟

لوگوں نے کہا۔ "پتھر کا!"

اُس نے پوچھا: کیا معمولی پتھر ہے یا اس پر کوئی غلاف وغیرہ چڑھا ہُوا ہے؟

لوگوں نے کہا: سادہ پتھر کی عمارت ہے۔ اور اس پر یمنی غلاف چڑھا ہوتا ہے۔ یہ غلاف ہر سال جاتا ہے جب سے کہ یمن کے ایک بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ اس کے لیے ہر سال غلاف جایا کرے۔ تبّان اسعد ابو کرب نے خواب میں دیکھا تھا کہ کعبہ پر غلاف چڑھائے۔ اس زمانے سے برابر یہ غلاف یمن سے جاتا ہے۔

ابرہہ نے اس معاملہ میں غور کیا پھر بولا:

"قسم ہے حضرت مسیح کی! میں تمہارے لئے اُس سے بہتر گھر تعمیر کر دوں گا۔"

ابرہہ کو یہ فکر دامن گیر ہو گئی وہ رات دن اسی فکر میں رہتا کہ کسی طرح اہلِ عرب اور اہلِ یمن کو اس گھر کے حج سے روک دے۔

لہٰذا اس نے قیصرِ روم کو لکھا کہ وہ صنعاء میں ایک ایسا گرجا گھر تعمیر کرانا چاہتا ہے جس کا تذکرہ تاریخوں میں رہے۔ قیصر نے اس کی مدد کے لیے انجنیئر، معمار اور سامانِ تعمیر بھیجا اور سنگِ مرمر وغیرہ قیمتی پتھر بطور تحفہ کے بھیجے۔

مزدوروں نے بڑی محنت سے تعمیر شروع کر دی۔ اور انجنیئروں نے خوب اپنی مہارت صرف کی۔ اس گھر کے ستون بڑے خوبصورت پتھروں سے بنائے گئے تھے سونے کی صلیبیں گاڑی گئیں۔ سنگ مرمر کا فرش کیا گیا، چھتوں پر پچی کاری کی گئی۔ دیواروں پر سونے کا پانی پھیرا گیا اور شاہانِ یمن کے قلعوں کے جواہرات سے مزیّن کیا گیا۔ ان جواہرات میں ایک ایسا نادر گوہر بھی تھا جو ملکۂ سبا بلقیس کے تخت میں لگا ہُوا تھا۔ اس پتھر کی بڑی شہرت تھی اور شاہانِ یمن اس کی بڑی قدر کرتے تھے۔ یہ پتھر قلیس گرجا میں لگا دیا گیا۔ جسے ابرہہ نے بنایا تھا۔

ابرہہ کی مراد بر آئی قلیس گرجا بن گیا۔ اُس جیسا کنیسہ سطحِ زمین پر کہیں بھی نہیں تھا۔

ابرہہ نے شاہِ حبشہ کو چھٹی لکھی کہ میں نے آپ کے لیے ایک عجیب و غریب گرجا بنایا ہے کہ اُس جیسا سرزمین پر آج تک نہیں بنایا گیا۔ میں تمام اہلِ عرب کو اس کے حج کرنے پر مجبور کروں گا۔

ابرہہ کی اس چھٹی کا تمام عرب میں چرچا ہو گیا لہٰذا وہ سخت ناراض ہوئے۔

بنی کنانہ کے ایک شخص نے تو یہ حرکت کی کہ وہ یمن پہنچا اور رات کے وقت کنیسہ میں داخل ہُوا، پاخانہ پھرا اور اس کی محراب پر لگا دیا۔ پھر صبح ہوتے ہی وہاں سے واپس چلا آیا۔

صبح ہوتے گرجا والوں نے عربی کی یہ حرکت دیکھی تو ابرہہ کو بتایا وہ بہت غضب ناک ہُوا اور اس نے حکم دیا کہ پاخانہ پھرنے والے کا پتہ لگایا جائے۔

معلوم ہُوا کہ یہ حرکت بنی کنانہ کے ایک شخص نے کی ہے کیونکہ جب اسے یہ بات معلوم ہوئی۔ کہ ابرہہ اہلِ عرب کو مکّہ کے حج سے روک دے گا تو اس نے قسم کھائی کہ اس گھر کو نجاست سے بھر دے گا۔ وہ شخص کہتا ہے کہ یہ گھر حج کرنے کے قابل نہیں ہے۔ ابرہہ کو جو یہ معلوم ہُوا تو وہ آپے سے باہر ہو گیا۔

اس نے کہا۔ کیا میں نے یہ نادر کنیسہ جسے موتیوں

اور جواہرات سے آراستہ کیا ہے اور بڑا روپیہ صرف کیا ہے۔ اس لیے بنایا ہے کہ یہاں ایک بدّو آ کر پاخانہ پھر دے۔ جہاں میں مشک اور عنبر جلواتا ہوں اور بہت سے نگران حفاظت کے لیے رکھتا ہوں۔ بدّو کی یہ ہمت کہ وہ اس گھر کا مذاق اڑائے اور لوگوں کو اس گھر سے برگشتہ کرے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا!

ابرہہ نے اعلان کروا دیا کہ کوئی بھی سوائے اس گرجا کے کہیں حج کے لیے نہیں جا سکتا۔ اور کوئی اس گھر کے علاوہ کہیں بھی زیارت کے لیے نہیں جا سکتا۔

پھر اس نے اہلِ کنانہ کے پاس اپنا ایک حاکم بھیجا۔ جس کا نام محمد بن خزاعی تھا کہ بنو کنانہ کنیسہ قلیس میں حج کرنے کے لیے آئیں۔

بنی کنانہ نے ایک شخص مردہ بن قیاص سے کہا۔ کہ اسے قتل کر دے اس نے اس کے تیر مارا اور وہ مر گیا۔

اب ابرہہ صبر نہ کر سکا لہٰذا اس نے اعلان کر دیا۔ کہ میں بیت اللہ کو گرا کر ہی دم لوں گا۔ جہاں اہل عرب حج کے لیے جاتے ہیں۔

پھر اس نے شاہِ حبشہ کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا اور اس سے درخواست کی کہ میرے لئے اپنے ہاتھی محمود کو بھیج دو تاکہ میں فتح پا سکوں۔

نجاشی نے اسے لکھا؛ جو چاہے کر تجھے اختیار ہے۔

نجاشی نے اپنا مخصوص ہاتھی جس کا نام محمود تھا۔ ابرہہ کے لیے بھیج دیا اور بھی بہت سے جنگ آزمودہ ہاتھی بھیجے۔

ابرہہ نے مکّہ جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس نے حبشیوں کا ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا اور انہیں ہر طرح کے سامان سے لیس کیا۔

ابرہہ سپاہ سالارِ لشکر بن کر چلا وہ محمود پر سوار تھا تاکہ مکہ کے بیت اللہ کو گرا دے۔

مگر عذابِ الٰہی نازل ہوا اور وہ سب کے سب مارے گئے۔





# طِبّی مشورے

براہ راست جواب کے خواہش مند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

حکیم آزاد شیرازی اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور

## دھدّر

س : چھ سات ماہ سے میری ناک پر ایک دھدر کی شکل کی طرح سیکری سی بنتی جا رہی ہے جو روز بڑھ رہی ہے۔ براہ کرم کوئی علاج بتائیں۔

(نام شائع نہ کریں گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ)

ج : ہلیلہ سیاہ کو باریک پیس کر لیموں کے رس میں ملا کر لیپ تیار کر لیں روزانہ دن میں ایک بار یہ لیپ لگایا کریں۔ انشاء اللہ صحت ہو گی۔

## پھلبہری

میری عمر ۲۴ سال ہے۔ دس سال کی عمر سے میرے بال سفید ہونے شروع ہوئے اور اب سارے بال سفید ہو چکے ہیں۔ میرے جسم پر بھی سفید داغ ہیں اور جسم پر خارش ہوتی ہے۔ سر میں درد رہتا ہے، آنکھوں پر بوجھ رہتا ہے ذہن کمزور ہے۔ نسیان کی بہت شکایت ہے۔

(حبیب اللہ معرفت حاجی ظاہر شاہ شہر کا نام نہیں لکھا)

ج : آپ پھلبہری کے مریض ہیں۔ سر کے بال بھی اسی لئے سفید ہو گئے ہیں۔ ایک ماشہ باپچی پیس کر رات کو پانی میں بھگو دیں۔ صبح یہ پانی پی لیں اور باپچی کو سفید داغوں پر ضماد کیا کریں۔ کافی عرصہ تک علاج جاری رکھیں نیز دو تین مہینے متواتر بتھوا کا ساگ بطور سالن استعمال کریں۔ سر درد وغیرہ کے لئے ہماری دوائی "دماغی" استعمال کریں۔

## شدید قبض

س : میری عمر سترہ برس ہے۔ مجھے کافی عرصہ سے شدید قبض ہے۔ بہت علاج کرایا۔ کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ برائے مہربانی کوئی مفید اور آسان سا نسخہ بتائیں۔

(ن۔ رفیع ماڈل ٹاؤن شپ لاہور)

ج : آپ قبض رفع کرنے کے لئے دواؤں کا استعمال ترک کر دیں اور غذا کے ذریعہ اس کا علاج کریں۔ روزانہ صبح کا ناشتہ میٹھی پکی ہوئی گاجروں سے کریں۔ رات کو گاجریں پکا لیں۔ صبح دودھ ملا کر کھائیں۔ دوپہر کے کھانے میں یا کھانے کے بعد پاؤ بھر امرود نمک مرچ اور چینی ملا کر کھائیں۔ چاول کھانا ترک کر دیں۔ بغیر چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھائیں رات سوتے وقت پاؤ بھر گرم دودھ میں عمدہ گلقند ۵ تولہ ملا کر کھایا کریں۔ انشاء اللہ قبض رفع ہو گی۔

[illegible]